© rasailojaraid.com

اسلام میں قانونِ ٹارٹ کا تصوّر

ڈاکٹر لیاقت علیخاں نیازی

ٹارٹ' کی جامع اور مستند قانونی تعریف مشہور ماہر قانون سامنڈ (SALMOND) نے یوں کی ہے:

"Civil wrong for which the remedy is a common law action for unliquidated damages, and which is not exclusively the breach of a contact or the breach of a trust or other merely equitable obligation". [1]

ٹارٹ سے مراد کسی ایسے فرض کی خلاف ورزی ہے جو کسی معاہدے کی بناء پر عائد نہ ہوا ہو اور جس کے نتیجے میں کسی ایسے قطعی فرض کی خلاف ورزی ہو جس کا کہ کوئی دوسرا شخص حق دار ہو یا کسی شخص کے کسی محدود ذاتی، شخصی، خانگی حق کی خلاف ورزی کی وجہ سے خاص نقصان پہنچے یا اس خلاف ورزی کی وجہ سے عام افراد کو نقصان پہنچے۔

ونیفلڈ (WINFIELD) کے نزدیک ہر وہ فعل ٹارٹ ہے جس کے سرزد ہونے سے مدعی کو عدالت سے ہرجانہ ملتا ہے۔[2]

ٹارٹ (TORT) انگریزی زبان کے لفظ (WRONG) سے ملتا جلتا ہے۔ لفظ ٹارٹ لاطینی زبان کے لفظ (TORTUM) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ٹیڑھے

---

1. Salmond & Heuston, Law of Torts, Sweet and Maxwell (London, 1981) p. 11.

2. Winfield & Jolowicz, Tort, Sweet and Maxwell, (London 1975), p. 11.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہے ہیں۔ ٹارٹ کو (CIVIL INJURY) یا (CIVIL WRONG) کہا جاسکتا ہے یعنی ایسا نقصان جس سے مدعی عدالت میں دعویٰ کر کے اپنی حق تلفی کا ازالہ کرائے اور معاوضہ (DAMAGES) کا حق دار ٹھہرے۔ برطانیہ سمیت تمام یورپی ممالک نیز امریکہ اور اسٹریلیا میں اس قانون کی بڑی اہمیت ہے۔ مشینی دور میں جس قدر ایجادات ہو رہی ہیں، قانون ٹارٹ کی اہمیت بڑھ رہی ہے کمپیوٹر کے آنے سے اور اس قسم کی اختراعات سے نت نئے قانونی مسائل جنم لے رہے ہیں۔ چاہے کار کا حادثہ ہو جائے یا کسی فیکٹری میں کسی مزدور کا ہاتھ کٹ جائے یا موت واقع ہو جائے، پریس میں کسی کی پگڑی اچھالی جائے یا کارخانے کی کسی ناقص خوراک سے کسی استعمال کرنے والے کو کوئی تکلیف پہنچے یا پڑوسی دوسروں کو اونچی آوازوں سے ایذاء پہنچائیں، قانون ٹارٹ ہر حال میں مدعی کو تحفظ دیتا ہے۔

جنایہ کا تصور:

فقہ اسلامی میں (TORT) کا متبادل لفظ (جنایہ) ہے۔ بقول ڈاکٹر مصلح الدین

"یہ افسوس کا مقام ہے کہ جدید فقہاء نے فقہ اسلامی کے ہر قانون کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن (TORT) پر بہت کم کام ہوا ہے۔"[1]

تاج العروس میں (جنایہ) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:۔

"الجنایۃ الذنب والجرم ما یفعلہ الانسان مما یوجب علیہ العقاب او القصاص فی الدنیا والآخرۃ"[2]

---

1. Dr.M.Musleh-ud-Din, Concept of Civil Liability in Islam and the Law of Torts, Islamic Publications Ltd., Lahore, 1980. p. 1.

[2] امام السید محمد مرتضیٰ الزبیدی: تاج العروس جلد دہم، دار لیبیا للنشر والتوزیع، بن غازی ۱۹۶۶ء ص ۷۷، ۳۸۶ھ ہجری۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی جنایہ سے مراد ایسا گناہ اور جرم ہے جسکے کرنے سے انسان پر اس دنیا میں سزا یا قصاص واجب ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی مستحق عذاب ہوتا ہے۔

امام سرخسی فرماتے ہیں:

اعلم بان الجنایۃ اسم لفعل شرعا سواء حل بمال أو نفس ولکن فی لسان الفقہاء یراد باطلاق اسم الجنایۃ الفعل فی النفوس والاطراف فانہم خصوا الفعل فی المال باسم وھو الغصب والحرف غیرہ فی سائر الاسامی ثم الجنایۃ علی النفوس نہایتہا ما یکون عمد المحضا فانہا من اعظم المحرمات بعد الاشراک باللہ تعالی۔[1]

"جنایت نام ہے کسی کے مال یا جان کو حلال سمجھنا لیکن فقہاء کی اصطلاح میں جنایت کا فعل صرف انسان کی جان یا اس کے اعضاء سے متعلق ہے کیونکہ مال کی جنایت کے لیئے اصطلاح میں غصب کا لفظ استعمال ہوتا ہے جنایت فی النفس کی انتہا جان بوجھ کر کسی جان کو تلف کرنا ہے اور یہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔"

ولیم لین (William Lane) نے جنایہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"Janaya(جنایۃ) primarily, means the act of gathering plucking or taking from a tree, fruit. It generally signifies crime, an offence, or an injurious action for which one should be punished; or an action that a man commits requiring punishment or retaliation to be inflicted upon him to the present world or in the world to come".[2]

---

[1] السرخسی، کتاب المبسوط، مطبع السعادہ (مصر)

2. Edward William Lane. Arabic-English Lexicon, Book 1, Part 2, Islamic Book Centre, Lahore, 1978, p.472.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لغوی لحاظ سے جنایہ کا مطلب ہے اکھٹا کرنا یا توڑنا یا کسی درخت سے پھل توڑنا۔ عمومی طور پر اس سے مراد جرم ہے یا ایسا ضرر رساں فعل جس کی وجہ سے سزا دی جائے یا کسی ایسے فعل سے بھی اسے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے سزا دی جائے یا مدعا علیہ پر قصاص واجب ہو جائے۔ یہ سزا اس دنیا میں بھی ہو سکتی ہے اور اخروی دنیا میں بھی۔ علامہ مرغینانی نے کتاب الھدایہ میں[1] (Thomas Patric Hughes) نے[2] (A Dictionary of Islam) اور سر عبدالرحیم نے (Muhammadan Jurisprudence)[3] میں مندرجہ بالا مفہوم کو پیش نظر رکھا ہے۔ بعض دفعہ ایک جرم (CRIME) بھی (TORT) کے زمرے میں آجاتا ہے اور اس کے ارتکاب سے فوجداری اور دیوانی مقدمات کیئے جا سکتے ہیں مثلاً کسی کی ہتک عزت۔ اس صورت میں ازالہ حیثیت عرفی (DEFAMATION) کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

ابن رشد نے 'جنایہ' کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:[4]

(۱) انسان سے متعلقہ ٹارٹ مثلاً قتل کر دینا۔

(۲) انسانی اجزاء کے خلاف ٹارٹ مثلاً جسم کاٹنا۔ ٹکڑے کرنا۔

(۳) ہتک عزت

(۴) زنا اور زنا بالجبر

(۵) جنایات بر جائیداد مثلاً غصب، چوری۔ ڈاکہ، دھوکہ دہی۔ بد دیانتی اور غبن۔

ابن نجیم نے دوسروں کی تضحیک، غیبت اور اس قسم کے رزائل کو 'جنایہ' میں شامل کیا ہے۔ اسقاط حمل جس کا قانونی جواز نہ ہو۔ وہ بھی ابن نجیم کے نزدیک قابل گرفت ہے

---

1. Charles Hamilton, Hedaya, Lahore, 1975 p.659-60.
2. Thomas Patric Hughes, A Dictionary of Islam, Lahore, p.248.
3. Sir Abdul Rahim, Muhammadan Jurisprudence, All Pakistan Legal, Decisions, Lahore, 1977, p.352.

۴۔ ابن رشد: بدایۃ المجتہد، جلد دوم، احمد کمال آستانہ، ۱۳۳۳ ہجری صفحہ نمبر ۳۷۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جنین کو ہلاک کرنے کا تاوان مدعی یا مدعیہ کو ادا کرنا ہوگا۔[۱]

علامہ کاسانی نے جنایات کی دو اقسام تحریر کی ہیں۔[۲]

(۱) جنایات بر جائیداد۔ غصب اور اتلاف۔

(۲) انسانی جان سے متعلقہ جنایات۔

ابن قیم نے ((TORT)) کے لیے تعدی کا لفظ استعمال کیا ہے[۳]

ایک اور ماہر لسانیات (SPIRO SOCRATES) نے لکھا ہے۔

"The fact is that the line which divides the two kinds of wrongs, torts and crime is sometime very narrow in Islamic Jurisprudence. Most of the lexicographers translate (جنایہ) crime".[4]

حقیقت تو یہ ہے کہ ٹارٹ اور جرم کے درمیان حد فاصل فقہہ اسلامی میں بعض دفعہ بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ اکثر لغات کے ماہر جنایہ کو جرم کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں؛

بعض فقہاء نے ٹارٹ کے لیئے "ضمان" کا بھی لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن یہ مکمل طور پر ٹارٹ کا متبادل نہیں ہے۔ قانون ٹارٹ مکمل طور پر فقہ اسلامی میں موجود ہے لیکن قدیم اصطلاحات میں یہ فتاوٰی میں جگہ جگہ بکھرا پڑا ہے۔ مغرب میں قانون ٹارٹ نے جنم چند صدیوں سے لیا جبکہ فقہ اسلامی میں فقہاء نے اسے مختلف اصطلاحات میں استعمال کیا جیسے کتاب الجنایات، کتاب القصاص والدیات، کتاب الحدود وغیرہ وغیرہ۔

---

[۱] ابن نجیم: بحر الرائق۔ آٹھویں جلد۔ قاہرہ۔ صفحہ ۲۸۶۔

[۲] الکاسانی: بدائع الصنائع: مطبع جمالیہ، قاہرہ ۱۳۲۸ ہجری صفحہ ۲۳۳۔

[۳] ابن قیم: اعلام الموقعین: جلد چہارم۔ ادارہ طباعۃ المنیریہ۔ قاہرہ صفحہ ۲۲۔

4. Spiro Socrates, An Arabic-English Dictionary of the Colloquial Arabic of Egypt ____________ Du Liban, (Beirut), p. 110.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Maurice Gaudefroy Dem.Mbynes لکھتے ہیں کہ:

"Muslim law recognised two catagories of crime. The first are of human and private nature; they are subject to the law of the talio and of ranson. The second class includes theft, brigandage, extra-marital sexual relations, apostasy, wine drinking."[1]

اسلامی قانون میں جرائم کی دو اقسام رائج ہیں۔ پہلی وہ قسم ہے جو حقوق انسانی اور ذاتی نوعیت کے حقوق سے متعلقہ ہے۔ یہ قسم قانونِ قصاص و دیت کے ضمن میں آتی ہے۔ جرم کی دوسری قسم سرقہ، حرابہ، زنا، ارتداد اور حدِ شراب نوشی ہے۔

بقول (JOSEPH SCHACHT) جہاں تک فقہ اسلامی میں قانون ٹارٹ کا تعلق ہے جنایات میں قتل، اعضاء کا کاٹنا یا تلف کر دینا اور جائیداد میں مداخلت غصب اور اتلاف سب شامل ہیں۔ جنایات سے متعلق قانون کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں حقوق العباد کا خیال رکھا جاتا ہے اگر دوسروں کے حقوق سلب ہوں تو معاوضہ ملتا ہے تاوقتیکہ مدعی معاف کر دے۔[2]

وہ ایک جگہ رقمطراز ہے:

"The approach to Islamic law to the Jinayat i.e. HOMICIDE, bodily HARN and damage to property is thorough different".[3]

فقہ اسلامی کا نقطہ نظر جنایات کے بارے میں بالکل مختلف ہے۔ جنایات سے مراد قتلِ انسان، اعضاء کا نقصان اور جنایات بر جائیداد ہیں۔

---

1. Maurice Gaudefroy Dem.Mbynes, Muslim Institution, translated from French by John P.MacGregor, George Allen and Unwin Ltd., London, 1950. p. 155
2. Joseph Schacht, An introduction to Islamic law, Oxford, 1964. p. 177-178.

۳۔ ایضاً صفحات ۱۷۷-۱۷۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدود و تعزیرات ٹارٹ سے مختلف ہیں :

فقہ اسلامی میں مندرجہ ذیل حدود ہیں :

(۱) زنا ۔
(۲) سرقہ ۔
(۳) حرابہ ۔
(۴) شراب نوشی
(۵) قذف
(۶) ارتداد

ان میں سے صرف حدِ قذف (TORT) کے زمرے میں آتی ہے ۔ کیونکہ اس سے مدعی یا مدعیہ کی نہ صرف ہتک عزت ہوتی ہے ۔ بلکہ خاندان کی شہرت خراب اور برباد ہوتی ہے ۔ بعض جرائم ٹارٹ بھی ہوتے ہیں جیسے چوری یہ جنایات بر جائیداد کے زمرے میں آتی ہے ۔ غصب اور اتلاف (TORT) ہیں اگر جائیداد یا مال چوری کیا جائے تو یا تو غصب ہوگا یا اتلاف ۔ مدعی فوجداری کارروائی کے ساتھ ساتھ دیوانی کارروائی کا بھی سہارا لے سکتا ہے ۔ بعض تعزیرات مثلاً قتل یا چوٹیں یا زخم لگانا (TORT) بھی ہیں لہٰذا مدعی فوجداری اور دیوانی کارروائی کر سکتا ہے ۔

جرم اور ٹارٹ میں فرق :

جرم (CRIME) معاشرہ کے اجتماعی حقوق میں مداخلت بے جا ہے ۔ اس کے بُرے اثرات صرف ایک شخص پر نہیں بلکہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں ۔ جرم کی صورت میں ملزم کو قید و بند و جرمانہ کی سزا بھگتنا پڑتی ہے ۔ مجرم پر مقدمہ چلانا ریاست کی ذمہ داری ہے ۔ مجرمانہ افعال مضروب یا اس کے لواحقین معاف نہیں کر سکتے ۔ جرم میں صرف فوجداری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عدالت ہی میں مقدمہ دائر ہو سکتا ہے جرم کی ہر صورت عمومی حق میں مداخلت تصور کی جاتی ہے۔ اس لیئے مستغیث کی صوابدید پر مقدمہ یا استغاثہ نہیں چھوڑا جاسکتا ہے ٹارٹ ایک فرد کے خانگی حقوق پر حملہ ہوتا ہے سارا معاشرہ اس کے بُرے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ ٹارٹ میں مدعا علیہ جس فعل بے جا کا ارتکاب کرتا ہے حرجانہ (DAMAGES) یا تاوان (COMPENSATION) ادا کر کے بچ جاتا ہے۔ ٹارٹ میں مدعی خود مقدمہ دائرہ کرتا ہے اور راضی نامہ بھی ممکن ہے۔ حملہ کی صورت میں یا باقی چند صورتوں میں مقدمہ چلانے کا بھی حق ہوتا ہے۔ مدعی ازالۂ حیثیت عرفی (DEFAMATION) کی صورت میں دیوانی دعوای بھی دائر کر سکتا ہے۔ اسی طرح ساتھ ساتھ فوجداری کارروائی بھی کی جاسکتی ہے۔

(CROSS & JONES) نے جرم کی یہ تعریف بیان کی ہے:

> "A crime is a legal wrong the remedy for which is the punishment of the offender at the instance of the State". [1]

"جرم ایک ایسا فعل ہے جس کے ارتکاب کرنے پر مجرم کو حکومت سزا دیتی ہے۔"

بقول سید ریاض الحسن:

> "Crime is, therefore, act or omission in which some provision of Divine law is violated and punishment has been provided for that" [2]

"جرم سے مراد ایسے فعل کا ارتکاب یا اُس فعل کا ترک کر دینا ہے جس سے احکام شریعیہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے سزا مقرر

---

1. Cross and Jones: Introduction to Criminal Law, Butterworths, London, 1968. p.9
2. Syed Riazul Hassan, The Reconstruction of Legal Thought in Islam, Lahore, p. 195.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے"۔

(Smith and Hogan) کے خیال کے مطابق فوجداری قانون کا یہ دائرہ کار نہیں کہ لوگوں کی ذاتی زندگیوں میں مداخلت کی جائے۔ بلکہ جرم سے معاشرے پر بُرا اثر پڑتا ہے تو صرف اس صورت میں فوجداری قانون حرکت میں آتا ہے۔[1]

محمد اقبال صدیقی اپنی کتاب (The Penal law of Islam) میں لکھتے ہیں کہ معاشرے میں امن وامان قائم کرنے کے لیئے اسلامی قوانینِ فوجداری بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں اور کسی سے بے انصافی نہیں ہوتی۔[2]

ٹارٹ اور خلاف ورزی معاہدہ میں فرق؛

ٹارٹ عمومی حق کی خلاف ورزی ہے جس سے سارا معاشرہ متاثر ہوتا ہے لیکن خلاف ورزی معاہدہ کسی شخص یا ذاتی نوعیت کے حق کی خلاف ورزی ہے۔ معاشرہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ٹارٹ عام معاشرے کا محافظ ہے جبکہ معاہدہ فریقین کا محافظ ہے۔ ٹارٹ میں معاوضہ کا تعین پہلے سے نہیں ہوتا جبکہ معاہدہ میں متعین ہوتا ہے۔ افعال بے جا کی شدت ٹارٹ کے ہرجانہ یا تاوان کا تعین کرتی ہے۔ ایک ہی واقعہ ایک ہی وقت میں ٹارٹ بھی ہو سکتا ہے اور جرم اور معاہدہ کی خلاف ورزی بھی۔ مثلاً میں نے اپنا کوٹ ڈرائی کلین کے لیئے دوکان پر دیا۔ دوکان دار کا ملازم اس کوٹ کو چوری کر کے بھاگ گیا۔ اس صورت میں میں ٹارٹ کے تحت بھی دعویٰ کر سکتا ہوں، چونکہ معاہدہ تھا اس لیئے قانونی معاہدہ کے تحت بھی مالک کے خلاف دعویٰ کر سکتا ہوں اور چوری ہونے کی صورت میں فوجداری کاروائی بھی کی جا سکتی ہے لہٰذا بعض ٹارٹ قانون معاہدہ اور جرم سے ملتے جلتے ہیں لیکن ٹارٹ قانون کی ایک علیحدہ شاخ ہے جس کی تفصیل

---

1. Smith and Hogan, Criminal Law, Butterworths, London, 1987, p.18-20.

2. Muhammad Iqbal Siddiqui, The Penal Law of Islam, Kazi Publications, Lahore, 1979. p.1.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد میں بیان کی جائے گی۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد:

حقوق اللہ تو عبادات سے متعلق ہیں۔ حقوق العباد اور ٹارٹ کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ آصف فیضی نے اپنی کتاب (Outlines of Muhammadan Law) میں[1] پروفیسر (OSTROROG) کا حوالہ دیا ہے۔ پروفیسر موصوف اپنے لیکچر (The Angora Reform) میں بیان کرتے ہیں کہ اسلام نے حقوق العباد (Rights of Man) کا جو عمدہ تصور دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حقوق العباد کے ذریعے سے نسل انسانی کی حریت محفوظ ہوئی جائیداد کو تحفظ ملا، جان کی حفاظت کا حق ملا اور حتیٰ کہ غیر مسلموں اور اقلیتوں کو بھی اس وقت حقوق ملے جب انکا مغرب تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مغرب کو ان کے متبادل اصول تلاش کرنے کے لیئے ایک ہزار سال انتظار کرنا پڑا۔ یہودی پروفیسر اوریل ہیڈ ((Prof.Uriel Heyd) نے حقوق العباد کو حق آدمی (HAQQ) کا نام دیا ہے جیسے کسی کو قتل کر دینا یا زخم لگانا ٹارٹ حقوق العباد کی خلاف ورزی اور حق تلفی ہے[2] لہٰذا قانون قصاص کے تحت قتل کی شکل میں مقتول کے وارث خون بہا لے سکتے ہیں۔ زخموں کی صورت میں مدعی یا مستغیث قصاص کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ خون بہا کو فقہی اصطلاح میں دیت کہا گیا ہے۔

اگر حقوق العباد کے تصور کو سامنے رکھا جائے تو اسلام میں قانون ٹارٹ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ انسانی حقوق کسی صورت میں پامال نہیں کیئے جاسکتے ہیں۔ غیر شرعی صورت میں انسانی خون بہانا قابل گرفت اور قابل سزا ہے؛

---

1. Asaf A.A.Fyzee, Outlines of Muhammadan Law, Oxford University Press, 1964, p.51-52.

2. Uriel Heyd, Studies in Old Ottoman Criminal Law, Oxford Clarendon Press, 1973, p.205-7.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گناہ کا تصور:

گناہ یا معصیت کا تعلق ٹارٹ سے بہت گہرا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ۔ سود خوری، قتل، زنا، شراب نوشی، سحر کرنا، جھوٹی قسمیں اُٹھانا، قذف اور الزام تراشی، جھوٹی گواہی دینا شرک وغیرہ وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں۔ تفصیل کے لئے عبدالرشید خان کی کتاب (Islamic Jurisprudence) ملاحظہ ہو۔ [1] اگر کوئی شخص ٹارٹ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ایک طرف قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے دوسری طرف وہ آخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر کوئی شخص سزا سے اس دنیا میں بچ بھی جائے تو اُخروی دنیا میں اُس کی ہر صورت میں گرفت ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ توبۃ النصوح نہ کرلے یا مدعی معاف نہ کر دے۔ اس لحاظ سے اسلام کا قانون ٹارٹ مغرب کے قانون ٹارٹ سے بہت مختلف ہے۔ اُخروی احتساب کا تصور انسان کی زندگی پر گہرا اثر چھوڑتا ہے اور حقوق العباد کے اتلاف کو روکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی اقوام اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ ہو چکی ہیں۔ کبھی تو قدرت انہیں (AIDS) کی شکل میں مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا کر کے سزا دیتی ہے اور کبھی ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار کر دیتی ہے جو کبھی سُننے میں نہیں آئی تھیں۔ جنس پرستی کو ہی لے لیں۔ لواطت برطانیہ میں کوئی جرم نہیں اور ۱۹۶۷ کے قانون کے مطابق اگر فاعل اور مفعول کی عمر ۲۱ سال سے زیادہ ہو تو رضامندی سے وہ ایک دوسرے سے لواطت کر سکتے ہیں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ کھلی جگہ (Public Place) پر نہ ہو۔ اس بھیانک جرم کو قانونی تحفظ دینا موجودہ دور میں جنس پرستی کی ایک بدترین مثال ہے۔ پروفیسر این۔ جے۔ کلسن (N.J. Coulson) نے اپنی کتاب (Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence) میں ایک مشہور برطانوی مقدمے کا ذکر کیا ہے جو (Shaw vs. The Director of Public) کے نام سے مشہور ہے۔

---

[1] Abdul Rashid Khan, Islamic Jurisprudence, Lahore, 1978, p.244

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(House of Lords) نے اس مقدمے کا فیصلہ ۱۹۶۲ء میں کیا۔ اس کے واقعات مختصراً بیان کرتا ہوں۔ ایک شخص (SHAW) نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا نام اس نے (Ladies Directory) رکھا اس میں برطانیہ کی طوائفوں اور بدکار خواتین کے پتے درج کیے۔

یہ کتابچہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور مسٹر شا کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا۔ اس کے خلاف یہ جرم عائد ہوا کہ اس نے عوام الناس کے اخلاق کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر کار (House of Lords) نے ملزم کے خلاف فیصلہ سنایا۔ پروفیسر کلسن اس فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اخلاق اور قانون کا گہرا تعلق ہے۔[1]

اس لحاظ سے مندرجہ بالا فیصلہ اچھا ہے کہ برطانوی قانون نے گناہ کے تصور کو پیش نظر رکھا۔ یہ تو فوجداری مقدمہ تھا۔ رہا ٹارٹ کا تعلق تو اس ضمن میں گزارش ہے کہ فقہ اسلامی میں ہر قانون معاشرے کی صحت اور اصلاح کے لیئے وضع کیا گیا ہے۔ اور اُخروی سزا ملزم کو خوف دلاتی رہتی ہے۔ قرآن حکیم اور حدیث پاک میں جن جن سزاؤں کا ذکر ہے وہ انسان کی اصلاح کے لیئے کافی ہیں۔

انسانی بنیادی حقوق تاریخ کے آئینے میں!

اہل مغرب کے نزدیک انسانی بنیادی حقوق کی تاریخ برطانیہ کے میگنا کارٹا (MAGNA CARTA 1215) سے شروع ہوتی ہے[2] بعدازاں ۱۶۲۸ء میں (PETITION OF RIGHT) اور ۱۶۸۹ میں (Bill of Rights) کے تحت کچھ بنیادی حقوق انسانیت

---

1. N.J.Coulson, Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence, Chicago Press, U.S.A. 1969, p.77-80.
2. Dr.Khalifa Abdul Hakim, Fundamental Human Rights, Institute of Islamic Culture, Lahore, 1955, p.1-2.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ملے۔ یہ حقوق یورپین سیاست دانوں اور دانشوروں کی کاوشوں کا نتیجہ تھے۔ انقلاب فرانس کی وجہ سے جمہوریت نے جنم لیا۔ ۱۷۷۶ میں American Declaration of INDIPENDENCE لکھا گیا۔ چند سال بعد ۱۷۸۹ میں Declaration of HUMAN RIGHTS لکھا گیا۔ یہ سفرِ آزادی میں اہم سنگ میل تھے۔ جنگ عظیم اول اور دوم میں جس قدر بربریت اور انسانیت کو پامال کرنے کا بدترین ڈرامہ کھیلا گیا۔ وہ تاریخ عالم کے لئے ایک بدترین داغ ہے۔ اقوام متحدہ اور لیگ آف نیشنز اپنے مقاصد میں ناکام رہیں۔ انجام کار ۱۹۴۸ء میں انسانی حقوق کا بنیادی منشور UNIVERSAL Declaration of Human Rights) لکھا گیا جس پر ہر مغربی دانشور سر دُھن رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ انسانوں کے بنیادی حقوق کی نشاندہی کی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق مسلمانوں کے زوال کی وجہ سے ان کی تاریخ بھی دھندلی پڑ گئی۔ حالانکہ حقوق انسانی کا تصور پہلی دفعہ اسلام نے دیا تھا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم نے انسانی حقوق کا منشور عطا فرمایا۔ رابرٹ بریفارٹ نے اسلامی تعلیمات کے احسانات، جو یورپ پر کئے گئے ہیں کا اپنی شہرہ آفاق کتاب THE MAKING OF HUMANITY میں ذکر کیا ہے[1]۔ A.K. BROHI تحریر فرماتے ہیں کہ اقوام متحدہ اب انسانی بنیادی حقوق کی باتیں کر رہی ہے لیکن اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ منشور پیش کر دیا تھا۔ عبدالحمید صدیقی نے اسے انسانیت کے نام ایک اہم پیغام کہا ہے[2]۔ خطبہ حجۃ الوداع کے یہ الفاظ (جو شوکانی نے نیل الاوطار

1. Robert Briffault, The Making of Humanity, Islamic Book Foundation, Lahore, 1980. p. 185.
2. Abdul Hameed Siddiqui, The Life of Muhammad, Lahore, p. 29.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نقل کئے ہیں، انسانی اخوت کا پیغام ہیں اور ٹارٹ کے خلاف مکمل تحفظ کی ضمانت ہیں :

یاایہا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد۔ الالافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی العربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الابالتقوی۔[1]

عدالت مظالم کی اہمیت

عدالت مظالم کو مشہور مستشرق (G.E.Grunebaum) نے (Courts of Tort)[2] کے نام سے پکارا ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظلم اور استبداد کے خلاف چٹان بن کر دنیائے عالم میں تشریف لائے۔ آپ نے ظلم کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ ارشاد ہوا :

الظلم ظلمات یوم القیامۃ[3]

کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ طور پر ایک محکمہ قائم فرمایا تھا جس کا نام ولایت مظالم رکھا گیا۔ ولایت مظالم سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو جبراً عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے۔ آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ خود اس قسم کے مقدمے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت زبیر بن العوام اور ایک انصاری میں زمین کے

---

[1] شوکانی، نیل الاوطار، جلد پنجم مصر ایڈیشن صفحہ ۷۰۔

2. G.E.Grúnebaum, Islam in Nature and Growth of a Cultural Tradition, Routledge and Kegan Paul ltd., london, 1955, p. 150-152.

[3] امام بخاری، صحیح بخاری انگریزی ترجمہ از ڈاکٹر محمد محسن خان قاضی۔ لاہور صفحہ ۳۷۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیراب کرنے کے متعلق جھگڑے کو نبٹایا[1] ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ مظالم عدالتیں سستا اور جلد انصاف لوگوں کو مہیا کرتی تھیں حتیٰ کہ قاضی اور محتسب بھی مظالم عدالتوں کے روبرو جوابدہ ہوتے تھے[2] خلفائے راشدین کے دور میں مظالم عدالتیں بڑے موثر طریقے سے کام کرتی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانے کے مشہور قاضی ابوادریس الخوارزمی کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا[3] حضرت ابوبکرؓ نے بھی قاضی کو اس عدالت کا سربراہ بنایا۔ حضرت عمرؓ نے قاضی القضاۃ ابوموسیٰ اشعری کو ان عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا[4]۔ اموی دور میں خلیفہ عبدالملک نے قاضیوں کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتوں کا قیام کیا ان کا انچارج صاحب المظالم ہوتا تھا۔ سب سے بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم ہوتی تھی خلیفہ اس کی صدارت کرتا تھا اور لوگوں کی شکایات سنتا تھا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ناظر المظالم کا عہدہ قائم کیا۔ اس میں ملٹری گورنر وزیر اور قاضی اور فقہاء بیٹھ کر لوگوں کی شکایات کا ازالہ کرتے تھے۔ خلیفہ مامون بھی ان عدالتوں میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے انڈیا میں ۱۱۹۳ء سے لے کر ۱۵۲۶ء تک اور بعد ازاں ۱۵۵۳ء تک ان عدالتوں کی جھلکیاں ہمیں ملتی ہیں۔ بادشاہ خود ان کی سربراہی کرتا تھا۔

فقہ میں قانون ٹارٹ کی تدوین

قرآن حکیم علوم کا سرچشمہ ہے۔ قانون ٹارٹ پر متعدد آیات ہیں بعینہٖ حضور

---

[1] محمود احمد غازی و عبدالرحیم اشرف بلوچ، آداب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ صفحہ ۹۰

[2] الماوردی، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ ۱۹۶۶ صفحات ۷۱ سے ۳۴ تک۔

3. Anwar Ahmad Qadri, Justice in Historical Islam, published by Sh. Ashraf Ali, Lahore, 1968, p.50-51.

[4] ابن عبداللہ، العقد الفرید، جلد اوّل حصہ قاہرہ ۱۹۶۰ صفحات ۳-۱۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے احکام الشریعہ کی تفسیر اور تشریح فرمائی۔ قرآن حکیم اور حدیث قانون ٹارٹ کے سرچشمے ہیں۔ اہل مغرب کا یہ دعوئی کہ اسلامی قانون رومی قوانین سے ماخوذ ہے قطعی طور پر غلط ہے۔ گولڈزیہر، وان کریمر (Von Kremer) ایموس (AMOS) اور امیلو بوسی (EMILIO BUSSI) اور ڈاکٹر بر وکلمان کے نزدیک دین محمدی عیسائیت کا چربہ ہے، غلط ہے۔ ان کے خرافات دراصل اسلامی فقہ سے جہالت پر مبنی ہیں قوانین میں مشابہت ہو سکتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قانون ٹارٹ عیسائیت کا چربہ یا رومی قوانین سے ماخوذ ہے۔ فقہ اسلامی کے ماخذ قرآن حکیم، سنت رسول، اجماع قیاس، استدلال، تقلید، مصالحہ مرسلہ، استحسان اور اجتہاد ہیں جو کہ عیسائیت اور رومی قوانین سے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی نے فلسفۃ التشریع فی الاسلام اور عبد القادر عودۃ شہید نے التشریع الجنائی الاسلامی میں اسی نظریے کی حمایت کی ہے۔

اور یہی نظریہ حال ہی میں شائع شدہ کتاب Islamic Criminal Justice System (New York 1982) کا ہے جس کا مؤلف (CHIERIF BASSIOUNI) ہے۔ قانون استیذان کا تصور، قتل کے بارے میں احکامات، زخموں کے بارے میں قوانین خطاء الطبیب حبس بے جا، ہتک عزت کا قانون اور قذف کی سزا، غفلت کا قانون، سفیروں کے بارے میں ہدایات اور احکام، نسلی امتیاز کا خاتمہ اور خواتین کی صحیح حیثیت کا تعین اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے کر دیا۔ بقول A.K.R.Kiralfy [1] جنایات برجانیداد میں برطانیہ Replevin یعنی حاصل شئی کی واپسی کا دعوئی، ہرجانہ (TROVER) کا قانون ۱۵ ویں صدی کی پیداوار ہے۔ پہلا مقدمہ ۱۶۳۸ء میں سنا گیا جو HOLSWORTH'S CASE کے نام سے مشہور ہے جس میں امین کی ذمہ داری مقرر کی گئی۔ اس کے مقابلے میں فقہ اسلامی میں اتلاف اور غصب کے بارے میں تفصیلات قرآن حکیم اور تفاسیر نیز احادیث مبارکہ اور پرانے فتاوی سے ملتی ہیں۔ طبیب کی غفلت کا قانون پہلی دفعہ برطانیہ میں

---

1. A.K.R.Kiralfy, Potter's Outlines of English Legal Systems History, Sweet and Maxwell, 1958, p.164-8.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۴۷ء میں بنا۔

جب کہ امام شافعی جیسی شخصیات نے کتاب الام میں خطاء الطبیب پر تفصیل سے حدیث مبارکہ کی روشنی میں بحث کی ہے۔ بس صرف ضرورت اسی بات کی ہے کہ فقہ کی کتب کی تدوین نو کی جائے۔ قانون ٹارٹ قدیم کتب میں جگہ جگہ قدیم اصطلاحوں کی صورت میں بکھرا پڑا ہے۔ کتاب الاجارات، کتاب الجنایات، کتاب الودیعہ، کتاب القصاص والدیات، عاریہ، کتاب الخراج، کتاب الجہاد وغیرہ کے ابواب کے تحت اسے تلاش کر کے جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جدید انداز میں اسے پیش کیا جائے [1]

جنایات (TORTS) کی اقسام:

فقہاء نے جنایات کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) **جنایات بر جائیداد**: اس کی دو بڑی بڑی اقسام یہ ہیں:

(أ) غصب

(ii) اتلاف

ایمن کے فرائض بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہیں نیز فضا کے اوپر مداخلت بیجا اور زیر زمین مداخلت بے جا۔

(۲) **استیذان**: اسے مغربی قانون ٹارٹ میں (LAW OF PRIVACY) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں خلوت کا ایک اعلیٰ قانون پیش کیا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے مغربی قانون ٹارٹ سے زیادہ واضح اور جامع ہے۔

(۳) **لقطہ**: اسے مغربی قانون ٹارٹ میں (TROVE) کہا جاتا ہے۔ فقہ میں اس موضوع پر بے شمار مواد موجود ہے۔ قریباً تمام فتاویٰ میں اس کا ذکر ہے۔

---

[1] سید ابو الاعلیٰ مودودی: اسلامی قانون اور دستور Islamic Law and Constitution انگریزی ترجمہ اسلامک پبلیکیشنز۔ لاہور ۱۹۶۷ء صفحات ۱۱۶ سے ۱۵۶ تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) امر باعث تکلیف: یعنی (NUISANCE) آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں امر باعث تکلیف کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۵) قتل: احکام قصاص و دیت ۔ قتل کے بارے میں فقہ میں بے شمار مواد موجود ہے ۔ احکام قصاص و دیت قرآن حکیم سے اخذ کیے گئے ہیں۔ قسامہ اور عاقلہ بھی اس ضمن میں قابل غور ہیں ۔

(۶) خطاء الطبیب: ڈاکٹروں کی غفلت سے انسانی جان کے تلف ہوجانے کی صورت میں مفصل قانون موجود ہے ۔

(۷) حملہ: (ASSAULT AND BATTERY)

(۸) حبس بے جا: اس صورت میں مدعی مدعا علیہ سے تاوان حاصل کرتا ہے۔

(۹) مخاصمانہ عدالتی کاروائی: یہ سب کاروائی حرام ہے اور مدعی کو باقاعدہ معاوضہ ملتا ہے۔

(۱۰) ازالہ حیثیت عرفی: یہ سب کاروائی حرام ہے اور مدعی کو باقاعدہ معاوضہ ملتا ہے۔

(۱۱) غفلت: قانون غفلت ٹارٹ میں اہم ترین قانون ہے جس سے مدعی کو مکمل تحفظ ملتا ہے۔

(۱۲) مخدوش عمارات: ایسے علاقے یا عمارات جو مخدوش اور خطرناک ہوں، مالک کسی نقصان کی صورت میں مدعی کو تاوان ادا کرے ۔

(۱۳) جانوروں کے جنایات: اگر جانوروں سے نقصان کسی کو پہنچے تو مالک پر تاوان عائد ہوتا ہے۔

(۱۴) دھوکہ دہی: دھوکہ دہی، جھوٹ، ملاوٹ سب شریعت میں ممنوع ہیں اور قابل گرفت ہیں۔

(۱۵) حقوق تجارت پر حملہ: قانون ٹارٹ تجارتی حقوق کی مکمل حفاظت کرتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں تاوان دلاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۶) **نسلی امتیاز:** فقہ میں نسلی امتیاز کا کوئی تصور نہیں۔ یہ انسانیت کی توہین ہے۔

(۱۷) **خواتین کی حیثیت:** خواتین کے حقوق اسلام میں مغربی قانون ٹارٹ کے مقابلے میں وسیع تر ہیں۔ ناموس خواتین کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔ ان کی عفت کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

جنایات بر جائیداد:

کسی شخص کی زمین یا جائیداد پر بغیر اجازت یا بغیر کسی قانونی جواز کے داخل ہونے یا کسی غیر منقولہ جائیداد کے قابض شخص کے قبضے میں براہ راست یا بالواسطہ بلا وجہ مداخلت کرنا قانوناً مداخلت بے جا ہے۔ کسی کی کھڑکی میں سے تانک جھانک کرنا، دوسرے شخص کی دیوار میں کیل ٹھونکنا یا کسی کی زمین پر کوڑا کرکٹ پھینکنا مداخلت بے جا تصور ہوں گے زمین سے متعلقہ مداخلت بے جا کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) بے جا داخلہ

(۲) جائز داخلہ ناجائز حرکات

(۳) بغیر اجازت زمین استعمال کرنا۔

اجازت اور رضامندی سے کسی کے گھر داخل ہوسکتا ہے یا عام ضرورت کے تحت داخل ہوسکتا ہے مثلاً آگ بجھانے کے لیے کسی کے گھر داخل ہونا ورنہ خطرہ ہے کہ آگ زیادہ پھیل کر اور زیادہ نقصان نہ کردے۔ یہ صورت تو (TRESPASS TO LAND) کی تھی۔

اشیاء پر دست درازی یا مداخلت بے جا (Trespass to Goods) کہلاتی ہے۔ کسی شخص کے قبضے میں سے بغیر کسی قانونی جواز کے کوئی چیز چھین لینا اور جائز طور پر قابض شخص کو اس چیز کے استعمال سے محروم کرنا قانوناً اور اصطلاحاً اشیاء پر دست درازی کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ ناجائز طور پر کسی شئے کو خراب کرنا بھی دست درازی ہے۔

حدیث شریف میں جنایات بر جائیداد کو مکمل طور پر روکا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:[1]

---

[1] ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ۔ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰، (طبع مصطفیٰ البابی، مصر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمت یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا"

"بلاشبہ تمہاری جان و مال اور آبرو ایک دوسرے کے لیے اسی طرح محترم ہیں جس طرح آج کا یہ دن ہے۔ اس مکرم شہر اور ماہ میں"۔

اسی طرح چوری، دھوکہ دہی اور کسی سے زبردستی مال چھیننا سب منع ہیں[۱]۔ اسی لیے تو سورۃ النساء میں حکم ہے۔

"یا ایھا الذین امنو لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[۲]

فتاویٰ حمادیہ میں تو اس حد تک درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی زمین میں قبر بنا دے اور اجازت نہ لے تو مالک کو حق ہے کہ وہ متوفی کے ورثاء کو کہے کہ وہ میت باہر نکال لیں[۳]

جنایات بر جائیداد یا تو غصب ہو سکتی ہیں یا اتلاف۔ کسی کے مال پر دست درازی قطعی طور پر ممنوع ہے۔

غصب:

لغوی لحاظ سے غصب کے معنی زبردستی چھیننے کے ہیں۔ کتاب الہدایہ میں علامہ مرغینانی نے غصب کی یوں تعریف بیان کی ہے:

"لغوی لحاظ سے غصب کے معنی ہیں کسی سے زبردستی کوئی چیز چھین لینا"[۴]

---

[۱] ابن رشد: بدایۃ المجتہد: جلد دوم احمد کمال۔ آشانہ۔ ۳۳۳ اھ ص ۳۳

[۲] سورۃ النساء: آیت ۳۰

[۳] فتاویٰ حمادیہ: کلکتہ (انڈیا)

[۴] علامہ مرغینانی کتاب الہدایہ (انگریزی ترجمہ از ہملٹن پریمیئر بک ہاؤس۔ لاہور ۱۹۷۶۔ صفحہ ۵۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ سرخسی نے (المبسوط) میں غصب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "غصب سے مراد کسی دوسرے سے مال زبردستی طور پر چھیننے کے ہیں یا بالفاظ دیگر کسی دوسرے کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کر لینا" ۔ ؎۱

سورۃ الکھف میں بھی غصب کا لفظ زبردستی قبضہ کرنے کی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وکان وراءھم ملک یاخذ کل سفینۃ غصباً ؎۲

امام نوویؒ نے بھی مندرجہ بالا تشریح سے اتفاق کیا ہے ؎۳

غصب کے بارے میں آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی حدیث مبارک ہے ۔

من غصب شبرا من ارض طوقہ اللہ من سبع ارضین"

یعنی جس نے کسی کی ایک بالشت بھر زمین غصب کی، تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق ڈالیں گے"

اتلاف :

اتلاف کے معنی تلف کرنے کے ہیں۔ مثال کے طور پر کسے کے مال پر قبضہ کر کے اس کی شکل یا ہئیت کو تبدیل کر دینا مثلاً کپاس کی فصل پر قبضہ کر کے کپاس کے کپڑے تیار کر لینا۔ یا پھل چرا کر استعمال کر لینا۔ یہ سب اتلاف کی شکلیں ہیں۔ اگر کسی مال کو بے جا طور پہ تلف کر دیا جائے یا اس کی صورت بگاڑ دی جائے تو یہ بھی مال میں تصرف بے جا ہو گا مثلاً دودھ میں پانی ملا دینا وغیرہ وغیرہ۔ اتلاف کی صورت میں مدعا علیہ اصل قیمتِ مال ادا کرے۔ تفصیلی مثالیں مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل ۹۱۰ سے لے کر ۹۲۵ میں واضح طور پہ دی گئی ہیں۔

؎۱ امام سرخسی، المبسوط، گیارہویں جلد۔ مصر اشاعت اول، صفحہ ۷۹

؎۲ سورۃ الکھف، آیت نمبر ۷۹

؎۳ امام نووی: المنہاج، قاہرہ ۱۳۲۸ ہجری، صفحہ ۶۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقول (A.K.R.Kiralfy) برطانیہ میں ۱۲ ویں عیسوی صدی میں (Writ o Trespass to Goods رائج ہوئی اور Replevin (حاصل شی کی واپسی کا دعویٰ) کا رواج پہلی دفعہ چودھویں عیسوی صدی میں ہوا۔ Detenue (یعنی معاوضہ و ہرجانہ اور شئ کی واپسی) کابھی اسکے قریب قریب قانون بنا۔ اتلاف کا قانون یعنی (TROVER) پہلی دفعہ (۱۴۷۸ء) میں بنا بعد ازاں ۱۴۷۹ء، ۱۵۱۰ اور ۱۶۷۵ء میں (Sykes v. Walls) میں اس قانون نے ترقی کی اور معاوضہ کا حق ملا[1]۔ اس کے مقابلے میں جائیداد کے بارے میں اتلاف اور غصب کا قانون ۱۴۰۰ سال قبل فقہہ میں موجود ہے۔

امین کی ذمہ داری

امین کے لیے ضروری ہے کہ امانتی مال کی ویسی ہی حفاظت کرے جیسی کہ کوئی معمولی احتیاط کا آدمی ویسے ہی حالات میں ایسی مقدار اسی قسم اور ویسی قیمت کے، اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے اور امین سپرد کیے ہوئے مال میں غفلت نہ کرے۔ وگرنہ امین شئ امانتی کے کم یا تلف یا خراب ہوجانے کا ذمہ دار ہوگا۔ مجلتہ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل نمبر (۷۹۰ سے لے کر ۸۰۷) میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے۔

برطانوی قانون ٹارٹ میں امین کو (Bailee) کہا جاتا ہے اور اس طرح وہ مال کے نقصان یا مال کے تلف ہوجانے کی صورت میں ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس ضمن میں مشہور مقدمہ دی ونکفیلڈ (THE WINKFIELD) کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کا فیصلہ ۱۹۰۲ء میں سنایا گیا تھا۔ کسی شخص کی مخصوص مالیت کی ڈاک بحری جہاز میں ٹکر کی صورت میں ضائع ہوگئی۔ عملہ کی غفلت کی وجہ سے ٹکر ہوئی۔ چنانچہ (BAILMENT) کے ٹارٹ کے تحت پوسٹ ماسٹر جنرل کو ہرجانہ ادا کرنا پڑا۔ برطانیہ میں امین کی ذمہ داری کا قانون ۱۳۰۷ء میں شروع ہوا تھا اور مشہور ترین مقدمہ ۱۹۰۲ کا ہے جب کہ فقہ اسلامی میں شروع ہی سے امین کی ذمہ داری مقرر فرما دی گئی۔ سورہ النساء میں ارشاد ہے۔

---

1. A.K.R.Kiralfy, Potter's Outlines of English Legal History, Sweet and Maxwell, 1958, p.164-168.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" [1]

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کر دو۔

اسی طرح سورۃ انفال میں ارشاد ہے:

" یاایھا الذین امنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا امنتکم وانتم تعلمون" [2]

ترجمہ: اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور رسول کی اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو تم جانتے ہو۔

آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بار بار امانت کی تاکید فرمائی۔ ارشاد ہے "جب کوئی تمہارے پاس امانت رکھے تو اس کی امانت ادا کرو اگر کوئی خیانت کرے تو تم اس سے خیانت نہ کرو" [3] (ابوداؤد)

(TRESPASS TO SUBSOIL)

اسی طرح زیر زمین مداخلت بے جا بھی قابل گرفت ہے۔ جو شخص کسی اراضی کا مالک ہو وہ زیر زمین مداخلت کی صورت میں مدعا علیہ کے خلاف دعوٰی کر سکتا ہے۔ کسی کی زمین کو کھودنا اور اس میں سے مٹی نکالنا قابل گرفت ہے۔ مغربی قانون ٹارٹ میں اسے (TRESPASS TO SUBSOIL) کا نام دیا گیا ہے۔ کسی کی زمین میں سے سرنگ نکالنا منع ہے [4]

مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل ۱۱۹۴ میں درج ہے:

" اگر کوئی شخص کسی قطعہ اراضی کا مالک ہے تو وہ فضا کے بالائی حصہ اور زیر زمین حصہ کا بھی مالک ہے۔ اور جس طرح چاہے اس اراضی کو استعمال میں لائے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ جس طرح کی عمارت چاہے کھڑی کر دے یا زمین کو کھود ڈالے اور اس

---

[1] سورۃ النساء: آیت ۵۸

[2] سورۃ الانفال: آیت ۲۷

[3] احکام اسلام مرتبہ، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد صفحہ ۲۰ ، ۲ مئی ۱۹۸۴ء

[4] Winfield and Jolowicz, Torts, London Edition P 340

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تہہ خانہ بنائے یا جتنا گہرا کنواں چاہیے، کھود ڈالے ؛
لیکن آرٹیکل ۷ ، ۱۱۹ کے مطابق شرط یہ ہے کہ اس مالک اراضی کے ان بیان کردہ افعال سے دوسرے ہمسایہ یا کسی شخص کو نقصان نہ پہنچے۔

علامہ ابو الاسحاق الشیرازی کے مطابق اگر کوئی شخص کسی کی اراضی سے سونا یا چاندی نکال لے تو وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا بلکہ وہ یہ معدنیات مالک کے حوالے کر دے۔[1]

علامہ مرغینانی کے مطابق زیر زمین تین اشیاء نکل سکتی ہیں[2]

(۱) **معادن** : اس سے مراد معدنیات ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان پر خمس واجب ہے۔ تب جا کر مالک اراضی ان کو حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) **رکاز** : رکاز سے مراد قیمتی دھاتیں ہیں مثلاً سونا۔ چاندی مالک اراضی خمس ادا کرنے کے بعد ان کا مالک بن جاتا ہے۔ یہ امام ابو یوسفؒ کا نظریہ ہے۔

(۳) **کنز** : کنز سے مراد دفینہ ہے۔ اس میں بھی خمس واجب ہے بشرطیکہ اس کا مالک کوئی نہ ہو۔ جیسے قدیم دفینے۔ یا سکے۔ ایک سال منادی کے بعد جو شخص زمین کا مالک ہو اس کی ملکیت حاصل کر سکتا ہے۔ جہاں تک انگریزی قانون کا تعلق ہے اگر کسی کی زمین سے سونا، چاندی، سکے یا کوئی قیمتی دھات نکل آئے تو اس صورت میں حکومت اس کی مالک ہوتی ہے نہ کہ وہ شخص جس کی اراضی ہوتی ہے۔ حال ہی میں برطانیہ میں ایک مقدمہ (Att.Gen. of the Duchy of Lancaster V.G.E. Overton Farms 1980) میں یہ فیصلہ ہوا۔ فقہ میں اور مغربی قانون میں فرق اس مقدمے کی روشنی میں واضح ہے۔ لیکن برطانیہ میں اگر کوئی قدیم کشتی یا بینک نوٹ کسی کی زمین سے نکلیں تو وہ مالک کے ہوتے ہیں[3]

---

[1] ابو الاسحاق الشیرازی : المہذب۔ جلد اول دار الکتب العربیۃ الکبری (مصر) صفحہ ۶۲

[2] علامہ مرغینانی ، کتاب الہدایۃ ، انگلش ترجمہ از ہملٹن

3. David Baker, Tort, Sweet and Maxwell, Third Edition, p. 30-31

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فضا میں مداخلت بے جا:

(AERIAL TRESPASS)

زمین کا مالک فضا کا بھی مالک ہوتا ہے وہ جتنی اونچی عمارت چاہے کھڑی کر دے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور بے پردگی نہ ہو۔ یا کسی کے لیے خطرے کا باعث نہ بنے۔ اگر کوئی پائلٹ فضا میں اڑ رہا ہے اور بلا وجہ وہ نیچی پرواز کر رہا ہے اور کسی علاقے کے لوگوں کو آواز سے تکلیف ہو رہی ہے تو اس صورت میں اس فضائی کمپنی کے خلاف دعوی کیا جا سکتا ہے یا کوئی چیز جہاز میں سے گرتی ہے اور کسی کو زخمی کر دیتی ہے تو فضائی کمپنی تاوان ادا کرے گی۔ فضائی کمپنی اس صورت میں ذمہ دار ہوتی ہے کیونکہ اس سے ہمارے بین الاقوامی معاملات ہوتے ہیں۔ یا CIVIL AVIATION ACT رائج ہوتے ہیں۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں فضا میں مداخلت بے جا کے بارے میں لکھا ہے:

"کہ جو شخص کسی اراضی کا مالک ہے اگر وہ چاہے تو اونچی عمارت بنائے شرط یہ ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو"۔ [1]

استیذان:

استیذان کا متبادل ٹارٹ (PRIVACY) ہے ہیپل اور میتھیوز (HEPPLE AND METTHEWS) نے اس کی یوں تشریح کی ہے:

"Privacy is the state of being let alone". [2]

یعنی خلوت یا تخلیہ علیحدگی میں رہنے کی حالت ہے۔ بقول سید قطب: اسلام نے استیذان کے قانون کے تحت تخلیہ کی بڑی حفاظت کی ہے کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخلہ منع ہے [3]

---

[1] مجلۃ الاحکام العدلیۃ۔ آرٹیکل نمبر ۱۱۹۴

2. Heppie and Matthews, Torts, Cases and Materials, Butterworths, London, 1974, p.570-573.

[3] سید قطب، فی ظلال القرآن اٹھارہویں جلد۔ دار العربیہ بیروت لبنان صفحہ ۸۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی کے خط کو بغیر اجازت کے پڑھنا منع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

"من نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانما ینظر فی النار"[۱]

جس نے اپنے بھائی کے خط کو بلا اجازت دیکھا گویا اس نے آگ میں جھانکا"

سورۃ نور میں دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت داخلے کو منع فرما دیا گیا ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا

علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون[۲]

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔

اسی طرح صبح کی نماز سے قبل، دوپہر کے وقت اور عشاء کے اوقات کو قرآن حکیم نے (ثلٰثہ عورٰتٍ) کا نام دیا یعنی یہ تین اوقات تخلیہ کے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں نہ جایا جائے۔ سورۃ نور کی آیت نمبر ۵۹ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ نیز دیگر مقامات پر خواتین کو پردے میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی کے ذاتی معاملات کی چھان بین بلا جواز منع ہے کسی کے گھر کی تلاشی بغیر قانونی جواز کے منع ہے۔ ہیل اور ملیفو اپنی تصنیف TORT کے صفحات ۳ ،۷۰۰ ،۵۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ انگلینڈ اور ویلز میں Right of Privacy) کا قانونی حق نہیں ہے۔ گو امریکہ میں بعض مقدمات میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ کسی کو بار بار فون کرنا منع ہے کیونکہ اس سے دوسرے کے آرام میں خلل پڑتا ہے۔ برطانیہ میں بھی ایسا قانون موجود ہے۔ لیکن کسی کے گھر کے اندر جھانکنا قابل گرفت نہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلام کا قانون استیذان بہت جامع ہے اور خانگی زندگی کو مکمل تحفظ دیتا ہے۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل نمبر ۱۲۰۲ میں تحریر ہے۔

---

[۱] امام مسلم: صحیح مسلم (انگریزی ترجمہ از عبدالحمید صدیقی) لاہور ۱۹۸۰ ایڈیشن صفحہ ۱۱۷۹

[۲] سورۃ نور: آیت ۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باورچی خانہ یا ایسی جگہ جہاں خواتین کام کرتی ہیں۔ دوسرے اشخاص کا جھانکنا ضرر فحش ہے [1]

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس قانون کو التعدی فی الاطلاع و دخول المنزل کے تحت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ [2]

لقطہ:

لقطہ اس چیز یا سامان کو کہتے ہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو اور کسی کو گری ہوئی ملے۔ اگر کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کا سامان کہیں ملے تو اس شخص کا فرض ہے کہ وہ اس شخص کے گرے ہوئے سامان کو اپنی تحویل میں لے لے۔ اس کے وہی فرائض ہیں جو کسی امین کے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا سامان جو تلف ہونے والا ہو تو اسے بیچا جا سکتا ہے لیکن فقہ اسلامی میں بیچنے والا اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ ضروری یہ ہے کہ اس کی منادی کرائی جائے۔ ایک سال کے اندر اندر اگر کوئی مالک نہیں ملتا تو سامان پانے والا اس کا مالک بن سکتا ہے۔ انگریزی قانون میں تو یہ معیار نہیں۔ سامان پانے والا مالک بن جاتا ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں لکھا ہے:

"اگر کسی شخص کو راستے میں کوئی چیز ملے یا کسی اور جگہ یہ چیز نظر آئے تو اس چیز کو حاصل کرنے والا اسے اپنی ملکیت بنالے تو وہ غاصب ہے۔" [3]

اگر کسی کا مویشی بغیر مالک کے ملے تو وہ بھی لقطہ ہے۔ بقول امام مالک اور امام شافعی اس مال کی حفاظت کی جائے تاوقتیکہ مالک مل جائے۔ چارے وغیرہ کا معاوضہ لیا جائے [4] فقہ میں دراصل لقیط یعنی جس کے پاس گم شدہ سامان ہو ایک امین کی حیثیت رکھتا ہے

---

[1] مجلۃ الاحکام العدلیہ: انگریزی ترجمہ از C. R. Tyser آل پاکستان لیگل ڈیسیشن لاہور (۱۹۶۷) آرٹیکل ۱۲۰۲

[2] امام شافعی، کتاب الام جلد ششم صفحہ ۳۲

[3] مجلۃ الاحکام العدلیہ، انگریزی ترجمہ از C. R. Tyser آرٹیکل ۷۶۹

[4] امام مسلم، صحیح مسلم انگریزی ترجمہ از عبدالحمید صدیقی جلد سوم ۱۸۰۰، صفحات ۹۳۴-۹۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں خیانت جائز نہیں ہے[1] اگر مالک مل جائے تو متعلقہ گم شدہ اشیاء مالک کو لوٹا دی جائیں لیکن اس کے برعکس انگریزی قانون مختلف ہے۔ برطانیہ میں (BRIDGES V. HAWKES 1851) میں یہ فیصلہ ہوا کہ وہ شخص جو کسی دوکان میں داخل ہوا اور وہاں اسے بینک نوٹ نظر آئے جو اس نے اٹھا لیے بعد ازاں مالک بھی نہ ملا۔ دوکان دار کے مقابلے میں نوٹوں کو حاصل کرنے والا زیادہ حق دار تھا۔ Elwes v. Brigg Gas Co., (1886) میں مدعی کو اپنی زمین سے ایک بڑی قدیم کشتی ملی۔ عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ مدعی کا حق اوروں کے مقابلے میں زیادہ ہے کیونکہ مالک نامعلوم ہے[2]

لقطہ کا قانون کافی حد تک برطانوی قانون سے مماثلت بھی رکھتا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ مالک مل جانے کی صورت میں اشیاء واپس کرنا ہوں گی۔ فقہ میں سامان یا چیز حاصل کرنے والا ایک سال تک انتظار کرے اور خوب اس کی منادی کرائے مثلاً مساجد میں اعلان یا اخبارات میں اشتہار دے۔

امر باعث تکلیف : (NUISANCE)

امر باعث تکلیف (NUISANCE) سے مراد کسی دوسرے کو پریشان کرنا اور تکلیف پہنچانا ہے۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد ایسے افعال بے جا ہیں جو مداخلت بے جا کی حد تک پہنچیں۔ اس کے باوجود دوسرے صاحب۔ جائیداد افراد کے لیے اپنی جائیداد کے استعمال میں بے جا طور پر تکلیف یا پریشانی کا سبب بن جائیں۔ مثال کے طور پر گنجان آبادی والے علاقے میں کوئی فیکٹری لگا دینا جس کی آواز اور دھوئیں سے لوگ بے زار ہوں اور پریشان ہوں۔ امر باعث تکلیف کی ۲ اقسام ہیں:

(۱) امر باعث تکلیف عام (Public Nuisance)

---

[1] علامہ مرغینانی، کتاب الہدایہ، انگریزی ترجمہ از ہملٹن صفحہ ۲۶۲

[2] David Baker, Tort, Sweet and Maxwell, Third Edition, p.31.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) امر باعث تکلیف خاص (Private Nuisance)

پہلی قسم میں ایسے افعال بے جا آتے ہیں جو سارے علاقے کے لیے باعث پریشانی ہوں ذہنی اور مالی جسمانی تکلیف کا سبب بنیں۔ مثلاً محلے میں کوئی جواء خانہ کھول دینا جس سے اہل محلہ پریشان ہوں۔ یہاں سدباب کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ دوسری قسم سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جائیداد کا ناجائز اور غیر قانونی استعمال کرے جس کی وجہ سے دوسرے شخص کو اپنی جائیداد کے استعمال میں تکلیف، پریشانی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ مثال کے طور پر ریڈیو یا ٹیلی وژن کی آواز سے پڑوسیوں کو پریشان کرنا۔ یا کسی کو بار بار تنگ کرنے کے لیے ٹیلی فون کرنا۔ امر باعث تکلیف خاص کی صورت میں چارہ جوئی کی بناء دو اقسام پر ہے۔

(۱) ایسے افعال جو جائیداد پر اثر انداز ہوں اور اسے نقصان پہنچائیں۔

(۲) ایسے افعال جو ذاتی سکون کو غارت کریں۔

احادیث مبارکہ میں امر باعث تکلیف کو ہٹانے کا حکم دیا گیا ہے:

"اماطۃ الاذی عن الطریق صدقۃ"[1]

یعنی راستے سے اذیت دینے والی چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں شاہراہ عام پر امر باعث تکلیف (Highway Nuisance) سے منع فرمایا گیا ہے:

"ایاکم والجلوس علی الطرقات" کہ تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔"[2]

فقہ میں عام راستوں کے حوادث کے بارے میں بے شمار مواد بکھرا پڑا ہے۔ مثلاً گلی کوچوں میں بیت الخلاء بنانا، عام راستہ میں چھجہ یا پرنالہ نکالنا، راستہ میں پانی ڈال دینا جس سے کوئی پھسل جائے۔ راستہ میں کنواں کھودنا، راستے میں گندے پانی کے لیے گڑھا

---

[1] امام مسلم، صحیح مسلم، انگریزی ترجمہ عبدالحمید صدیقی، لاہور ۱۹۸۰، صفحہ ۱۳۸۰

2. Dr.Muhammad Mohsin Khan, The translations of the Meanings of Sahih Al-Bokhari, P. 365

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھودنا، کسی کے سامان تلے دب جانا، اور اسی طرح دیوار وغیرہ کے حوادث ۔ مدعی مدعا علیہ سے اس قانون کے تحت تاوان لے سکتا ہے [۱]

قتل اور قانون قصاص و دیت

پروفیسر کلسن (COULSON) لکھتا ہے:

"Offences against the person - from physical assault to homicide were placed by Shariat Law in the Category of private wrongs, or torts, rather than public wrongs, or crimes"(2)

یعنی جہاں تک انسانی جان کے خلاف جرائم کا تعلق ہے چاہے وہ جسمانی حملہ ہو یا قتل وغیرہ شریعت میں وہ ٹارٹ ہیں نہ کہ جرائم۔

جہاں تک کہ قتل کا تعلق ہے۔ یہ فقہ میں ٹارٹ شمار ہوتا ہے۔ قتل کی تین اقسام ہیں۔

(۱) قتل عمد۔ کسی کو جان بوجھ کر قتل کر دینا۔

(۲) قتل شبہ عمد۔

(۳) قتل خطاء۔ غلطی سے قتل کرنا۔

قتل انسانی کو سورۃ النساء کی آیت ۹۳ میں قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔

"ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہٗ واعد لہ عذاباً عظیماً۔

اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا۔ اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار رکھے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری، طبع نول کشور لکھنؤ جلد چہارم صفحات ۱۰۶ سے ۱۰۶ تک

2. Noel J.Coulson, Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence, University of Chicago Press, U.S., 1969, p.72.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمة یومکم ھذا"۔ [1]

ترجمہ: تمہارے خون مال اور عزتیں اسی طرح قابل احترام ہیں جیسا کہ آج کا دن قابل احترام ہے یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد ربانی ہے۔

"ولاتقتلوا انفسکم" (اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو)

امام سرخسی نے تو اس حد تک لکھا ہے: اعلم بان القتل بغیر حق من اعظم الجنایات"۔ [2]

یعنی تو جان لے کہ قتل بغیر کسی قانونی جواز اور حق کے عظیم جنایات میں سے ہے۔

قتل عمد کی سزا قصاص ہے۔ قتل خطا کی صورت میں سزا قصاص نہیں بلکہ بقول امام ابن حزم، تعزیر ہے مثلاً کسی کو غلطی سے پتھر مارنا اور اس شخص کا مرجانا [3] لیکن شیعہ قانون کے مطابق یہ قتل عمد ہے [4] سورۃ بقرہ میں قصاص کی سزا آیت نمبر ۱۷۸ میں درج کی گئی ہے: "یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی"

اے ایمان والو! تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام احمد ابن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ فعل قتل ہے جس کے بارے میں ملزم فہم اور سوچ رکھتا ہو کہ اس سے مقتول کی موت واقعہ ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی پاگل یا بچہ قتل کر دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ نیز قتل عمد میں عفو کا تصور بھی ہے۔ اگر ورثا چاہیں تو خون بہا لے کر قتل معاف کر دیں۔ اس میں صلح بھی ممکن ہے۔ لہٰذا یہ ٹارٹ

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، جلد چہارم مصطفی الباب الحلبی۔ قاہرہ، صفحہ ۲۵۰

[2] امام سرخسی، المبسوط، جلد نمبر ۲۶ مطبع السعادۃ، مصر صفحہ ۵۸

[3] ابن حزم، المحلی، جلد نمبر ۷، قاہرہ ایڈیشن صفحہ ۴۱۷

[4] شرائع الاسلام، جلد دوم (بیروت ایڈیشن چہارم) صفحہ ۲۴۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قابل راضی نامہ (Compoundable) بھی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو پستول سے ڈرائے اور مقتول مرجائے تو یہ قتل شبہ عمد کہلاتا ہے۔ یہاں فعل ایسا نہیں ہوتا جس سے موت واقع ہو سکے۔ اس میں دیت یا خون بہا ملزم کو ادا کرنا ہو گا۔ اور مدعا علیہ کفارہ بھی دے[1] ڈرائیونگ سے اگر حادثہ یا موت ہو جائے تو عاقلہ سے مراد برادری ہے۔ اس سے مراد ٹرانسپورٹ کی ایسوسی ایشن بھی ہو سکتی ہے۔ جہاں تک قتل خطا کا تعلق ہے تو اس کی سزا دیت ہے۔ قرآن حکیم میں قتل خطاء کے احکام سورۃ نساء کی آیت نمبر ۹۲ میں ہیں: "ومن قتل مؤمناً خطأً فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ودیۃ مسلّمۃ الی اھلہٖ الا ان یّصدقوا" اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثین کو خون بہا دے یا وہ معاف کر دیں۔" قتل شبہ عمد کسی کی غفلت سے ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص کنواں کھودے اور اس میں کوئی گر پڑے جب کہ کنواں کی دیواریں نہ ہوں اور نہ خبردار کیا گیا ہو۔ اس میں بھی دیت ہے۔ قتل کے مقدمات میں ایک طریقہ قسامہ کا بھی ہے۔ یہ ایک طرح کی قسم ہے۔ جہاں لاش ہے وہاں کے لوگوں سے قسم لی جاتی ہیں کہ انہیں قاتل کا علم نہیں۔ اس سے تفتیش میں مدد ملتی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کو ضرب لگاتا ہے تو اس میں بھی قصاص اور دیت ہے۔ زخموں کی مختلف اقسام ہیں مثلاً حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاق، موضحہ، ہاشمہ منقلہ۔ آمہ اور دافعہ۔ ایسے زخموں میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے مثلاً کھوپڑی پر زخم وغیرہ[2] قرآن حکیم کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں زخموں کے قصاص کا ذکر ہے: "والجروح قصاص"

خطاء الطبیب

اگر ڈاکٹر غفلت سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے اور اس غفلت کی وجہ سے مریض

---

1. H.A.R.Gibb and J.H.Kramers, Shorter Encyclopaedia of Islam, Luzac, London, 1953, p.229

۲۔ علامہ مرغینانی، کتاب الہدایہ، جلد چہارم، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند۔ انڈیا، ۱۳۷۸ ہجری، صفحہ ۵۹۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جان ضائع ہو جائے یا کوئی اور جانی نقصان پہنچے تو اس صورت میں ڈاکٹر ذمہ دار ہے۔ ایک نظریہ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر سے قصاص لیا جائے۔ تاہم جان کے ضائع ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے خون بہا لیا جائے۔ ڈاکٹر کو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔ اگر وہ جہالت کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے کسی کی جان سے کھیلتا ہے تو فقہہ اسلامی میں اسے معافی نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ علاج اس زمانہ کی جدید ترین طبی تحقیق اور علم کے مطابق کر رہا ہو۔ امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق ڈاکٹر کے خلاف دعویٰ قانون ٹارٹ کے تحت نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر دعوے دائر ہونا شروع ہو جائیں تو ڈاکٹر صاحبان نفسیاتی طور پر خوف زدہ رہنے لگیں گے اور علاج معالجے میں دقت پیدا ہو گی۔ امام شافعی کا خیال یہ ہے کہ کہ چونکہ مریض کے ورثاء یا مریض خود ڈاکٹر کو اجازت دیتے ہیں، اس کا آپریشن یا علاج کیا جائے لہٰذا غفلت کی صورت میں ڈاکٹر قابل گرفت نہیں ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی تمام تر صلاحیت سے کام کریں۔ امام محمد کا بھی یہی خیال ہے۔ امام مالک کے نزدیک ڈاکٹر صرف اس صورت میں ذمہ دار ہے اگر وہ دیدہ دانستہ غفلت کرے۔[۱ھ]

ابن قدامہ کے نزدیک اگر ڈاکٹر قصداً کسی کی موت اپنی غفلت سے واقع کرے تو اس پر قصاص واجب ہے۔

(القصاص من الجارح اذامات المجروح تحت العلاج)[۵۲]

آپریشنوں میں مریض سے اجازت یا ورثاء سے سرٹیفکیٹ پر اجازت کا رواج برطانیہ میں ۱۲۰۵ء میں شروع ہوا۔ جب کہ اس کا تصور امام ابوحنیفہ، امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک کی تحریروں میں ملتا ہے۔ برطانیہ میں پہلی دفعہ ROE V. Ministry of Health کے مقدمہ میں (Lord Denning) نے ۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر کی غفلت کی وجہ سے اسے معاوضہ کا حکم دیا گیا مقدمہ میں مدعی کے غلط آپریشن کی وجہ سے کمر سے نیچے حصے تک فالج گر گیا

۵۱ھ امام نووی: منہاج الطالبین۔ انگریزی ترجمہ از E. C. Howard لندن ۱۹۷۷ء صفحات ۵۴-۵

۵۲ھ معجم الفقہ الحنبلی مستخلص من کتاب الاغانی لابن قدامہ وزارات الاوقاف والشؤن۔ کویت ۱۹۷۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا [1] جبکہ فقہ اسلامی میں شروع ہی سے طبیب یا سرجن کے خلاف غفلت کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں درج ہے کہ ان ڈاکٹروں کو علاج کرنے سے بند کر دیا جائے جو عوام الناس کے لئے خطرے کا موجب ہیں [2] آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف واضح ہے:

"من طبب ولم یعرف منہ طب فھو ضامن" [3]

حملہ اور جبر: (ASSAULT AND BATTERY)

حملے سے مراد ہے غیر قانونی دست درازی، جسمانی ضرر پہنچانے کی کوشش جبکہ ضرر پہنچانے والا شخص اپنے ارادہ پر عمل درآمد کرنے کی ظاہری صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ محض دھمکی دینا یا ضرر پہنچانے کی تیاری اس وقت تک حملہ نہیں تصور ہوتی جب تک کہ حملہ کرنے والے کی نیت اور اہلیت حملہ آور شخص میں نہ پائی جائے۔ حملہ کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر کوئی شخص زبانی تکرار کے دوران غصے میں اپنے دشمن یا مخالف، کو مارنے کے لیئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو یہ حملہ ہی تصور ہوگا۔

جبر سے مراد ہے غصے کی حالت میں بغیر کسی معقول وجہ کے یا قانونی جواز کے کسی دوسرے شخص کے جسم کو اس کی مرضی کے خلاف چھونا، کسی کی انتقاماً مار پیٹ کی جائے تو یہ بھی جبر ہے۔ ضروری نہیں کہ مار پیٹ سنگین نوعیت کی ہو۔ کسی کے منہ پر تھوکنا، ہاتھ سے کوئی چیز چھین لینا، پانی پھینکنا یا ٹوپی اتارنا یا کوئی چیز پھینکنا سب جبر کے زمرے میں ...... آتے ہیں۔ کسی شخص کا بغیر قانونی جواز کے یا مرضی کے خلاف طبی معائنہ کرانا بھی جبر ہوگا۔ عام ہجوم میں دھکا لگنا جبر نہیں ہے۔

---

1. Salmond, Torts, p.571

[2] مجلۃ الاحکام العدلیہ، ترجمہ از C.R. Tyser انگریزی آرٹیکل ۹۶۴

[3] ابن قیم، اعلام الموقعین، جلد چہارم ادارہ المطبع المنیریۃ۔ مصر صفحہ ۳۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقہاء کے نزدیک حملہ (ASSAULT) اور جبر (Battery) کے قوانین

قرآن حکیم کی ان آیات میں بیان کردہ ہیں جن میں انسانیت کو اشرف المخلوقات کہا گیا لہٰذا حملہ اور جبر انسانیت کی توہین ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ [1]

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ [2]

(بیشک ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛

خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ [3]

بقول امام ابو یوسف کسی کو زحمت پہنچانا، اذیت دینا، مارنا یا حملہ کرنا شریعت میں قطعی طور پر ممنوع ہیں [4] کسی پر اسلحہ اٹھانا یا اسلحہ اشارہ کرنا۔ یہ سب ممنوع ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے؛

من حمل علینا السلاح فلیس منا [5]

بقول امام ابن تیمیہ اگر حاکم کسی کو قانونی جواز کے تحت مارے تو یہ حملہ اور جبر نہیں۔ [6] اسی طرح اصلاح کی خاطر بیوی کو مارا جاسکتا ہے؛ سورۃ نساء میں ارشاد ہے

والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن [7]

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۰

[2] سورۃ التین آیت ۴

[3] امام بخاری، الجامع الصحیح، جلد دوم، مصطفی باب الحلبی، مصر ۱۳۴۵ ہجری، صفحہ ۵۷۱۔

[4] امام ابو یوسف، کتاب الخراج، المطبع السلفیہ، قاہرہ، ۱۹۳۳ء، صفحہ ۱۱۵

[5] امام مسلم، صحیح مسلم، جلد اوّل، قاہرہ ایڈیشن ۱۹۵۵ء صفحہ ۹۹

6. Ibn Taimiyyah on Public and Private Law, translation by Dr.Omar A.Farukh, Beirut, 1966, p.171-72 [6]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فان اطعنکم فلا تبتغوا علیھن سبیلا ۔ آیت نمبر (۳۴)

اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم ان کی سرکشی کا علم رکھتے ہو تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو۔

اسی طرح استاد شاگرد کو مار سکتا ہے ۔ اور بقول امام مالک ، مصالحہ المرسلہ یعنی مصلحت کی خاطر چور یا جرائم پیشہ افراد کو پولیس مار سکتی ہے ۔

حبس بے جا (FALSE IMPRISONMENT)

حبس بے جا سے مراد کسی شخص کی نقل و حرکت پر غیر قانونی پابندی ہے ۔ مثال کے طور پر کسی شخص کو جبراً کسی کمرہ میں بند کر دینا یا جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر کسی شخص کو آزادانہ نقل و حمل سے روکنا ۔ اس ٹارٹ میں مقید شخص کو ہر طرف سے روک دیا جاتا ہے ۔ جبکہ بے جا پابندی میں کسی ایک فعل کے سرانجام دینے یا کسی ایک سمت جانے سے روکنا ہوتا ہے ۔ اس میں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ مدعی کو اس کی مرضی کے خلاف ہر سمت جانے سے روک دیا گیا ہے ۔ نیز یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ حراست ناجائز تھی ۔ اگر عدالت غلط فہمی کی بنا پر کسی کو سزا دیتی ہے تو وہ حبس بے جا نہ ہوگا ۔ کسی شخص کی آزادی اُس کا بنیادی حق ہے ۔ پاکستان میں دیگر دساتیر کی طرح یہ بنیادی حق ہے [1] نہ صرف اقوام متحدہ بلکہ آرٹیکل نمبر ۵ (European Convention on Human Rights) میں شخصی آزادی کا حق موجود ہے ۔

"Everyone has the right to liberty and security of life".[2]

---

1. Justice M.Munir, Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Lahore, 1965, p.96.

2. Francis G.Jacobs, The European Conventions on Human Rights, Clarendon Press, Oxford, 1975, p.45.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریعت نے شروع ہی سے انسان کے اس مقدس حق کو تسلیم کیا جو حق اقوام متحدہ نے پہلی بار ۱۹۴۸ میں دیا۔

سورۃ الملک میں ارشاد ربانی ہے: سلہ

ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ

وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ پیو۔

یعنی وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو ذریعہ معیشت بنایا۔ پس تم اس کے جوانب میں چلو اور اس کا رزق کھاؤ۔ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلی علیہ واٰلہ وسلم نے انسانی زندگی کی حفاظت اور شخصی آزادی کا حکم صادر فرمایا۔ بقول علامہ کاسانی کسی شخص کو بغیر قانونی جواز کے نہیں پکڑا جاسکتا ۲ہ

حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے: "لا یوسر رجل فی الاسلام الّا بالحق" کہ اسلام میں کوئی شخص بغیر قانونی جواز کے قید نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ۳ہ اسی طرح سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۵، سورۃ النحل کی آیت ۹۰ اور سورۃ النساء کی آیت ۵۸ میں عدل کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ عدل اسلام کا شعار ہے ۴ہ شک کی بنیاد پر بھی کسی کو قید میں نہیں رکھا جاسکتا۔ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے:

ان الامیر اذا ابتغی الریبۃ فی الناس افسدھم ۵ہ

جب حکمران لوگوں میں شکوک اور شبہات تلاش کرے گا تو ان کو فساد میں ڈالے گا۔

سلہ سورۃ الملک: آیت ۱۵

۲ہ علامہ کاسانی: بدائع الصنائع، جلد ہفتم ۳۲۸ ہجری، صفحہ ۶۔

۳ہ امام مالک: المؤطا بحوالہ سید ابوالاعلیٰ مودودی اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۵۶۳۔

۴ہ سید قطب شہید: العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام، اُردو ترجمہ از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۵۶

۵ہ ابو داؤد، سنن ابو داؤد جلد سوم، مطبع السعادہ، مصر ۱۹۵۰ء صفحہ ۳۷۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بھی حبس بے جا کا ذکر کیا ہے [1] اس کے برعکس برطانیہ جیسے مہذب ملک میں پہلی دفعہ (Writ of Habeas Corpus) میں ۱۶۲۷ میں مدعی کو (Writ of Habeas Corpus) کے ذریعے سے آزاد کرایا گیا اور بقول پروفیسر ہڈ فلپس (Hood Phillipps) پہلی دفعہ دستوری قانون میں اس زیادتی کے خلاف پارلیمنٹ نے آواز اٹھائی اور اس رٹ کا حق شہریوں کو ملا [2] قرآن حکیم اور احادیث شریف میں حبس بے جا کا قانون مغربی قوانین سے کہیں زیادہ ممتاز اور قدیم ہے۔

مخاصمانہ عدالتی کاروائی (MALICIOUS PROSECUTION)

کسی شخص کے خلاف ایسی کاروائی جس کا قانونی جواز نہ ہو قانونی کاروائی کا بے جا استعمال کہلاتی ہے اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کینہ سے فوجداری کاروائی شروع کر دینا۔

(۲) کینہ سے دیوانی کاروائی شروع کر دینا۔

(۳) کینہ سے گرفتاری کرانا۔

(۴) کینہ آمیز کاروائی کی حوصلہ افزائی کرنا۔

کینہ سے فوجداری کاروائی شروع کرنے کی مثال ایسے ہے کہ کسی کو قتل، لڑائی اور دنگا فساد کے مقدمات میں الجھا دینا۔ اسی طرح کسی کے خلاف بلا جواز سول عدالت میں مقدمہ دائر کر دینا بھی غلط ہے۔ کسی کو کینہ سے گرفتار کرانا جبکہ وہ شخص بے قصور ہو اس زمرے میں آتا ہے۔ گرفتاری بذریعہ وارنٹ بھی ہو سکتی ہے اور بذریعہ پولیس بھی۔ کینہ سے مقدمہ کی حوصلہ افزائی کرنا قانونی اصطلاح میں (Maintenance and Champerty) کہلاتا ہے۔ بربنائے کینہ و مخاصمت کسی مقدمہ باز فریق

---

[1] امام ابو یوسف: کتاب الخراج (مصر) صفحہ ۱۰۷

[2] Hood Phillips, Constitutional and Administrative Law, Sweet and Maxwell, London, 1973, p.402.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حوصلہ افزائی کرنا غیر قانونی ہے۔ اسی طرح کسی پیشہ ور مقدمے باز کی مالی مدد بھی غیر قانونی ہے۔ مخاصمانہ عدالتی کارروائی حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے۔ ہر شخص کا مال، عزت اور جان محفوظ ہے۔ جھوٹی مقدمہ بازی کے بارے میں سنن ابو داؤد میں ایک حدیث شریف ہے: [1]

"من حالت شفاعته دون حد من حدود اللہ فقد ضاد اللہ ومن خاصم فی باطل وھو یعلمہ لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع عنہ، ومن قال فی مومن مالیس فیہ اسکنہ اللہ ردغۃ الخبال حتی یخرج مما قال"

"کہ جس شخص کی کوئی سفارش اللہ کے احکام میں کسی حکم کے نفاذ میں آڑے آئی تو اُس شخص نے خدا کی مخالفت مول لی اور جس شخص نے جانتے بوجھتے کسی ناحق معاملہ میں مقدمہ بازی کی وہ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار رہتا ہے جب تک کہ اس مقدمہ سے دستبردار نہیں ہو جاتا اور جس شخص نے کسی صاحب ایمان شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو جہنمیوں کے نچوڑ سے بننے والے کیچڑ میں پھینک دیں گے (یا پھینک دینے کا فیصلہ کریں گے) یہاں تک کہ وہ اپنے کہے سے واپس ہو"

اسی طرح حدیث پاک میں ارشاد ہے: "من ادعی مالیس لہ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار"

یعنی جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے"۔ [2] اسی طرح جھوٹی گواہی دینا بھی سورۃ فرقان میں منع فرمائی:

---

[1] ابو داؤد: سنن ابو داؤد، جلد دوم، نولکشور، ۱۲۹۳ ہجری صفحہ ۱۵۰

[2] ابن ماجہ: سنن ابن ماجہ، طبع لکھنؤ، ۱۳۱۵ ہجری صفحہ ۱۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والذین لایشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما

(DEFAMATION)

ازالہ حیثیت عرفی یا قانون ہتک عزت

کسی شخص کا دوسرے شخص کے بارے میں ایسا فعل بے جا جس سے اس کی نیک نامی متاثر ہوتی ہو ہتک عزت کہلاتا ہے۔ اس قسم کے فعل بے جا سے اس کے دوست، احباب، علاقائی، اہل محلہ اور ملنے جلنے والے محض اس توہین آمیز بیان کی وجہ سے کترانے لگیں تو مدعی کو مدعا علیہ کے خلاف نالش کرنے کا حق محفوظ ہے۔ کیونکہ اس سے مدعی کے بارے میں حقارت اور تمسخر پیدا ہوتا ہے۔ مدعی قانونی چارہ جوئی نقصان بلا مضرت کے تحت کرے گا کسی کا تمسخر کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے مثلاً عبارت سے، بیان سے، کارٹون یا خاکے سے وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی کی شہرت تحریر سے خراب کی جائے تو اسے قانونی اصطلاح میں ( ) کہتے ہیں اور اگر زبانی ازالہ حیثیت عرفی ہو تو اسے (SLANDER) کہتے ہیں۔ زبانی تمسخر جس کے بارے میں شکایت کی جائے وہ واقعی توہین آمیز ہونا چاہیئے۔ نیز بیان بے بنیاد، جھوٹا اور غلط بیانی پر مبنی ہونا چاہیے۔ بیان خواہ واضح طور پر یا اشارۃً کنایۃً مدعی کی توہین کرتا ہو، قابل گرفت ہے۔ نیز توہین آمیز بیان کی نشر و اشاعت ضروری ہے اس سے یہ مراد ہے کہ تیسرے شخص تک یہ پہنچایا جائے۔ بعض دفعہ بین السطور ازالہ حیثیت عرفی بھی ہو سکتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ الزام لگانے والا یا تمسخر کرنے والا بین السطور بات کہہ جاتا ہے مثلاً کسی کو طنزاً "حضرت" کہہ دینا۔ ہتک عزت کی اس قسم کو قانونی اصطلاح میں (INNUENDO) کہا جاتا ہے۔ ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات میں عذرداری کے تین امور پایا جانا اشد ضروری ہیں۔

(۱) اگر توہین آمیز الفاظ درست ہوں اور مدعی میں فی الواقع وہ نقص موجود ہو تو مقدمہ کے لیے جواز مہیا نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر مدعی کے افعال اور کردار پر غیر جانبدارانہ اور نیک نیتی کے ساتھ تنقید ہو تو یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی قابل گرفت نہیں۔ مثلاً تنقید عوامی مفاد کے پیش نظر کی جائے۔ عوام کے مسائل موضوع تنقید بنائے جا سکتے ہیں۔

(۳) اسمبلیوں میں جو حقوق ممبروں کو ملے ہیں وہ بھی قابل گرفت نہیں ہوتے۔ مغربی قانون تو قطعی استحقاق دیتا ہے لیکن فقہ میں ایسا نہیں۔ کسی پر الزام تراشی قرآن حکیم کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے اور قابل گرفت ہے۔ اسی طرح عدالتی کاروائی یا فوجی عدالت کی کاروائی کے دوران پارٹیوں کے بیانات فریقین کو استحقاق دلاتے ہیں۔

تحفظ عزت نفس وحیثیت عرفی سورۃ الحجرات کی آیت (۱۲-۱۱) میں درج ہے۔
یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ --- اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں قذف کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے گنوایا گیا۔ "اجتنبوا السبع الموبقات۔ قذف المحصنات المؤمنات الغافلات"[۱] کسی کو چور، کہنا، شرابی کہنا اور بددیانت کہنا بھی قابل تعزیر ہیں[۲] بقول BASSIOUNI اسلام میں تحفظ عزت کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے[۳]

سورۃ الحجرات میں قانون ہتک عزت کے بارے میں سید قطب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کی عزت کا تحفظ قرآن حکیم نے انتہائی اعلیٰ درجہ کا کیا ہے۔ انسانی عزت کا تحفظ قرآن حکیم نے ایک باڑ لگا کر کیا ہے۔ جمہوری ممالک میں بھی انسان کی عزت اتنی محفوظ نہیں جو قرآن حکیم نے بیان فرمائی[۴] امام غزالی غالباً وہ پہلے مدبر ہیں جنہوں نے احیاء العلوم میں تفصیل سے قانون ہتک عزت پر بحث کی اور غیبت، دل آزاری، کنایۃً توہین اور زبانی

---

[۱] المغنی: ۱۵: ۱۰: ۲ بحوالہ مولانا سید محمد متین ہاشمی، اسلامی حدود مکہ بکس ۱۹۷۹ء ایڈیشن صفحہ ۳۷

[۲] عبدالقادر عودۃ: التشریع الجنائی الاسلامی، بیروت ایڈیشن جلد دوم ۱۹۶۸ صفحہ ۴۶۱

3. M.Sharif Bassiouni, The Islamic Criminal Justice System, New York, 1982, p.19

[۴] سید قطب: فی ظلال القرآن، دار العرب، بیروت، چوتھی ایڈیشن، صفحہ ۱۶۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تحریری ہتک عزت منع فرمائی [۱] امام مالک نے (INNHEND) یعنی کنایۃً توہین کے لیے باقاعدہ التعریض کا لفظ استعمال کیا [۲] اسی طرح سورۃ الھمزہ کی آیت نمبرا میں افواہیں پھیلانا اور چغل خوری منع فرمائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی نہج البلاغہ میں کافی تفصیل سے بحث فرمائی [۳]

قانون غفلت : (NEGLIGENCE)

غفلت ایسا ترک فعل ہے جس کا ارتکاب معمولی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص نہ کرے۔ یا دوسرے الفاظ میں غفلت ترک فرض سے یا غیر قانونی ادائیگی فرض سے وجود پاتی ہے۔ بعض کے نزدیک غفلت ترک فرض نہیں بلکہ قانون کی تعین کردہ ذمہ داری کو پامال کرنا ہے۔ غفلت اس وقت قابل کاروائی ہوتی ہے جب مدعا علیہ اپنے کسی فعل کی انجام دہی میں مناسب احتیاط نہ برتے اور اس سے مدعی کی ذات یا جائیداد کو نقصان پہنچے۔ مناسب احتیاط سے مراد وہ اقدامات ہیں جو ایک شخص اپنے طرز عمل میں اس لیے ملحوظ رکھتا ہے کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ مضرت کی بنیاد مدعا علیہ کے ترک عمل پر ہوتی ہے مقدمہ غفلت میں عذر خواہی کے تین معروف طریقے بیان کیے جاتے ہیں مثلاً خدائی افعال (ACT OF GOD) بھی کہتے ہیں۔ یا ناگہانی حادثہ۔ اسے (VIS MAJOR) مثلاً اچانک گاڑی پٹری سے اتر جاتی ہے اور کافی لوگ مرجاتے ہیں۔ یہ ناگہانی حادثہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح امدادی غفلت (Contributory Negligence) بھی عذر خواہی تصور ہوگا۔ مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ گاڑی کا پائیدان ٹوٹا ہوا ہے اور وہ وہاں کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے اور گر جاتا ہے اور زخمی ہوتا ہے۔ اس صورت میں ذمہ داری مدعی کی نہیں ہے۔

---

[۱] امام غزالی : احیاء العلوم الدین، اردو ترجمہ جلد سوم۔ صفحات ۸۰ سے ۱۱۳ تک

[۲] امام مالک، المؤطا، کراچی ایڈیشن صفحہ ۶۸۶

[۳] Hazrat Ali, Nahjul Balagha, Sermons, Letters and Sayings of Hazrat Ali; Ansarian Publications, Qum, Iran, 1981.A. p. 238-40.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قانون جہاز رانی میں بھی امدادی غفلت کا قانون رائج ہے۔ ملاحوں کی غفلت کے تناسب سے ہرجانہ دلایا جاتا ہے۔ اگر مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی غفلت برابر ہو تو پھر فریقین کو مساوی ہرجانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۶ میں ارشاد ہے:" واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتمٰی والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل"

ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھہراؤ اور حسن سلوک رکھو والدین کے ساتھ اور قرابت داروں کے ساتھ۔ اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور ہم مجلس اور راہ گیر کے ساتھ۔

یہاں پڑوسیوں اور سفر کے ساتھیوں کے ساتھ بھی بھلائی کی تلقین کی گئی ہے بقول اوصاف علی خاں:

"بسوں، ہوائی جہاز، ہوٹلوں، گاڑیوں اور دیگر مقامات پر ساتھیوں کے ساتھ حکم سلوک دیا گیا ہے۔ اصحاب بالجنب سے مراد یہ لوگ بھی ہیں" [1]

اسی طرح کارخانے میں کام کرنے والے دو ساتھی بھی اصحاب بالجنب کی صف میں آجائیں گے [2] اگر ایک ساتھی دوسرے سے غفلت کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے تو مدعی ٹارٹ کے تحت دعویٰ کر سکتا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص راستے پر تربوز پھینک دے اور کوئی پھسل جائے تو اس غفلت کی وجہ سے مدعی دعویٰ کر سکتا ہے [3] اگر کوئی شخص کسی عورت کو مارے اور اس کا حمل گر پڑے تو جنین کے لیے

---

[1] اوصاف علی خان: حقوق العباد، مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱۹۷۹ صفحہ ۱۴۳

[2] سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی، یونائیٹڈ پبلیشرز، لاہور ۱۹۶۲ صفحہ ۲۷۸

[3] امام نووی: منہاج الطالبین: انگریزی ترجمہ از Howard صفحہ ۴۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاوان (غرہ) ادا کرنا ہوگا۔ [1] جانوروں کا مالک غفلت کرے اور جانور کسی کو نقصان پہنچائیں تو مالک تاوان ادا کرے بشرطیکہ جانور کے خطرناک ہونے کا علم مالک کو ہو۔ یہ یہ فیصلہ (افریقہ) میں (NASOR V. MOHAMMAD) میں ہوا تھا [2] اسی طرح اگر کسی کا گھوڑا کسی کو ٹانگ مارے اور نقصان کرے تو مالک ذمہ دار ہے [3] اسی طرح یہ غفلت کی وجہ سے مالک ذمہ دار ہے اگر اس کا جانور کسی کو نقصان دے [4] اسی طرح ٹریفک کے حادثات میں مدعا علیہ غفلت کی صورت میں ذمہ دار ہے غفلت کی صورت میں عدالت معاوضہ کم بھی کرسکتی ہے۔

مخدوش عمارات (DANGEROUS PREMISES)

ایسی خطرناک اور مخدوش عمارات جو مالی اور جانی نقصان کا باعث بنیں، ٹارٹ کے ضمن میں آتی ہیں۔ ان کے قابضین اور مالکان پر قطعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملاقاتیوں اور گھر والوں کو ان حضرات سے آگاہ کریں۔ اگر میرے کمرے کی چھت اچانک گر پڑی ہے اور میرے کسی دوست کو زخمی کر دیتی ہے تو میں قطعی طور پہ ذمہ دار ہوں۔ اسی طرح مکان کا مالک بھی ذمہ دار ہوگا۔ اگر گاہک اس کی دوکان کی چھت تلے عمارت کے ملبے وغیرہ سے زخمی ہو جائے۔ اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) داخل ہونے والا اجازت لے کر داخل ہوا ہو۔

(۲) داخل ہونے والا مداخلت بے جا کا مرتکب نہ ہو۔ مثلاً چور وغیرہ۔

(۳) داخل ہونے والا معنوی اجازت کا حامل ہو۔ مثلاً گاہک وغیرہ

---

1. N.J.Coulson, Succession in the Muslim Family, Cambridge, 1971, p.207-208

2. Anderson, Islamic Law in Africa, HMSO, London, 1954, p.76.

3. فتاوی عالمگیری جلد نہم، لکھنو انڈیا۔ صفحہ ۳۸۲

4. مرغینانی: الہدایہ جلد سوم، مکتبہ رحیمیہ دیوبند۔ ۱۳۷۸ صفحہ ۶۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) داخل ہونے والا قانونی حق رکھتا ہو کہ جب چاہے داخل ہو۔ مثلاً بجلی کا میٹر ریڈر۔

مدعا علیہ ان صورتوں میں قصور وار نہیں ہوگا اگر مدعی نے خود مضرت کے اسباب کر لیے ہوں یا اسے علم ہو کہ خطرہ موجود ہے۔ یا مدعی خود مداخلت بے جا کا مرتکب ہوا ہو یا مدعی نے جان بوجھ کر خطرہ مول لیا ہو مثلاً موت کے کنوئیں میں موٹر سائیکل یا کار چلانے والے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر کسی کی دیوار ٹیڑھی ہے اور گر جاتی ہے اور اس سے کسی کو نقصان پہنچا ہے تو مدعی تاوان وصول کر سکتا ہے [1] اگر کسی شخص نے عام راستے میں پانی ڈال دیا اور کوئی شخص اس پانی میں پھسل گیا اور گرا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو پانی ڈالنے والا ضامن ہے [2]۔ اسی طرح اگر کسی آدمی نے عام راستے اور گذرگاہ میں کنواں کھودنے والے کی مددگار برادری (عاقلہ) پر دیت لازمی ہوگی [3] اگر کسی شخص نے کوئی پل بنایا حاکم کی اجازت کے بغیر پھر کوئی آدمی اپنے ارادہ اور اختیار سے اس پر چلا اور گر کر مر گیا تو اس کا ضمان پل بنانے والے پر نہیں ہوگا۔

اگر کسی کی عمارت مخدوش ہے تو وہ اسے گرا دے ورنہ کسی کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اگر کسی نے اپنے گھر خطرناک جانور یا کتا رکھا ہے تو اس کو قابو میں رکھے بصورت نقصان وہ تاوان ادا کرے گا۔

جانوروں کے جنایات

فقہہ اسلامی میں جانوروں کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں:

(۱) خطرناک جانور

---

[1] کنز الدقائق: المکتبہ رحیمیہ، دیوبند یو پی - انڈیا، صفحات ۳۰ - ۱۰۲

[2] کتاب الہدایہ صفحہ ۶۰۲

[3] ایضاً صفحہ ۶۰۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) پالتو قسم کے جانور

پہلی قسم میں شیر، ریچھ، بھیڑیا، بندر، ہاتھی، چیتا ہو سکتے ہیں۔ جب کہ بلی کتا یا ایسے بے ضرر جانور جو عام حالات میں کسی کے لیے خطرے کا باعث نہیں بن سکتے۔ اگر کوئی جانور انسانی تجربات کی بنیاد پر خطرناک نہیں اور انسان انہیں رکھتے ہیں تو ہر شخص ایسا جانور رکھ سکتا ہے جیسے ہرن یا گھوڑا، بیل وغیرہ۔ اگر ایسا کوئی جانور کسی شخص کو نقصان پہنچاتا ہے تو مدعی پر فرض ہے کہ وہ ثابت کرے کہ مالک کو علم تھا کہ اس کا جانور مخصوص قسم کی خطرناک عادت کا مالک تھا۔ اگر کتا خونخوار ہے تو اس صورت میں مالک ذمہ دار ہے اور نقصان کی تلافی کرے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے مطابق:

"اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے کے قریب اپنا گھوڑا باندھتا ہے اور گھوڑا کسی کو دولتی مارتا ہے تو اس صورت میں گھوڑے کا مالک تاوان کا ذمہ دار ہوگا[1]

انوار احمد قادری لکھتے ہیں:

"اگر کسی کا گھوڑا کسی دوسرے شخص کو جاتے ہوئے ٹانگ مارتا ہے یا بیل یا کُتا کسی راہگیر کو کاٹتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے تو مالک ذمہ دار ہے۔"[2]

آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ اگر کوئی کتا شور مچاتا ہے اور عوام کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے اور یہ جانور خطرناک قسم کا ہے تو اسے مارا بھی جا سکتا ہے[3]

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی جانور پر سواری کرتا ہے اور جانور کسی کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس میں مالک ذمہ دار ہے اور بقول صاحب کتاب الہدایہ مالک ہر اس حادثہ کا ذمہ دار ہے جو جانور کو شاہراہ پر یکدم کھڑا کرنے کی وجہ سے رونما ہو سکتا ہے[4]

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، نویں جلد، لکھنو ایڈیشن (انڈیا) صفحہ ۳۸۲۔

2. Anwar Ahmad Qadri, Islamic Jurisprudence in the Modern World, Sh.Mohammad Ashraf, Lahore, 1973, p.343

[3] عبداللہ قرطبی، "عدالت نبوی کے فیصلے"، ادبستان، لاہور ۱۹۵۱ صفحات ۳۳۶-۳۳۵ - [4] ہدایہ ۴: ۶۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقول (Joseph Schacht)[1]، اگر کوئی شخص اپنا جانور کسی کو کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ پر لینے والا شخص اپنی غفلت سے گر پڑتا ہے تو اس صورت میں مالک کی ذمہ داری نہیں ہے۔[1]

دھوکہ دہی: (تعزیر)

بقول ڈاکٹر نور محمد غفاری:

"ملاوٹ اور دھوکہ دہی جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے، اسلام کے قانون تجارت میں نہایت قبیح حرکت اور انسانیت سوز عمل قرار دیا گیا ہے۔ تجارتی کاروبار میں اس قسم کی حرکات کرنے والے تجار کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ نفع کمائیں، ناقص مال دکھا کر عمدہ مال کے دام وصول کریں گویا اپنے بھائیوں کا نقصان کر کے اپنا نفع بڑھائیں وہ انہیں دھوکہ دے کر اور دیوانہ سمجھ کر اپنی اس فرزانگی پر اپنے دل ہی دل میں مفتون ہوئے جاتے ہیں۔

آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من غش فلیس منا (مسلم: مشکوٰۃ المصابیح) حدیث نمبر ۲۶ لباب المنہی عنہا من البیوع یعنی جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

الشوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گوالے کا دودھ ملا پانی زمین پر بہا دیا۔[2]

فقہ میں دھوکہ سے مراد ایسے افعال ہیں جو مدعا علیہ یا اس کے کارندے سر انجام دیں اس نیت سے کہ دوسرے فریق یا اس کے کارندے کو دھوکہ دے یا اس قسم کے معاہدہ

---

1. Joseph Schacht, An Introduction to Islamic Law, Oxford, 1964, p. 183

[2] مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا قانون تجارت، صفحہ ۲۷ مطبوعہ مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں شمولیت کی ترغیب دے۔ سورۃ المطففین میں ارشاد ربانی ہے۔

"ویل للمطففین" یعنی بربادی ہے ان کے لیے جو دھوکہ دہی کرتے ہیں

دھوکہ دہی سے منع کرنے کے احکام سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۹، الفرقان کی آیت نمبر ۷۲، سورۃ ہود آیت ۸۴ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۱ اور سورۃ الشعراء کی آیت ۱۸۴ میں بیان فرما دیے گئے ہیں۔ فقہہ میں دھوکہ دہی (FRAUD) کا متبادل لفظ غرور یا تغریر ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ[1] کے آرٹیکلز ۳۳۶ تا ۳۵۷ اس سلسلے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

کتاب الہدایہ میں درج ہے کہ مدعی ان مقدمات میں باقاعدہ معاوضہ بھی وصول کر سکتا ہے[2]

حقوق تجارت پر حملہ

تجارت کا عام فہم مفہوم بیع و شراء یعنی خرید و فروخت ہے مگر علماء اسلام نے تجارت کے فنی مفہوم کی وضاحت کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ہیں مثلاً امام راغب اصفہانی کے نزدیک:

"التجارۃ، التصرف فی رأس المال طلبا للربح"

یعنی تجارت اصل (سرمایہ) میں اس طرح تصرف کا نام ہے جس سے منافع ہو۔

قرآن حکیم میں طلب رزق حلال کی تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ انساء کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد ربانی ہے:

"ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن

---

1. The Mejalla, translated by C.R.Tyser, All Pakistan Legal Decisions, Lahore, 1967, Articles 336-57.

۲۔ کتاب الہدایہ (انگریزی ترجمہ) از ہملٹن، صفحہ ۲۵۸، ۱۹۷۵ ایڈیشن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تتراض منکم"

یعنی اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل کی راہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضا کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔

جہاں نفع کمانا ثانوی مقصد ہوتا ہے اور انسانی ہمدردی اور خدمت خلق اولین مقصد ہوتا ہے وہ تجارتی نظام اسلام کا ہی ہے۔ اسلام کے عادلانہ معاشی نظام میں تجارت انسانوں میں باہمی تعاون اور خدمت خلق کی ایک بہترین صورت ہے۔ قبیح حرکات اور انسان کشی افعال مثلاً سودی کاروبار، ملاوٹ، دھوکہ دہی، کم تولنا، جھوٹ بولنا وغیرہ سب منع ہیں ؎۱

فقہ میں حقوق تجارت پر حملہ مغربی قانون ٹارٹ کی زبان میں PASSING OFF کہلاتا ہے۔ یعنی جعلی مارکہ تیار کرنا۔ کسی مقبول عام تجارتی کمپنی یا فرم کی مشہور مصنوعات کی نقل تیار کر کے اس پر وہی ٹریڈ مارک (TRADE MARK) استعمال کرنا ٹارٹ کی کاروائی میں بنائے نالش بن سکتا ہے۔ مثلاً باٹا کمپنی کے مقابلے میں جوتے بنانا اور باٹا کا لیبل لگا دینا۔ یہ سب شریعت میں ممنوع ہیں۔ اسی طرح حق پیٹنٹ کی خلاف ورزی اور حق اشاعت کی تلفی منع ہے۔ حقوق تجارت پر حملہ قطعی طور پر حرام ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

"التجار یحشرون یوم القیامۃ فجاراً الا من اتقی وبر وصدق"

یعنی قیامت کے دن تاجر فاجروں کے زمرے میں اٹھیں گے۔ مگر وہ نہیں جنہوں نے پرہیزگاری، بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ؎۲

؎۱ مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا قانون تجارت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۶ صفحات ۱۵ تا ۱۷

؎۲ ترمذی، ابواب البیوع، مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر ۹ بحوالہ کتاب، بالا صفحہ ۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسلی امتیاز:

علماء شہریت نے مساوات کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں مثلاً پیدائشی مساواۃ، معاشرتی مساواۃ، اور معاشی مساواۃ۔ اسلام انسانی اور سماجی اور نسلی لحاظ سے سب کو برابر سمجھتا ہے جہاں تک قانونی مساواۃ کا تعلق ہے تو اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ قانون کی عام حکمرانی کو قائم رکھے۔ فقہ میں امیر و غریب اور راعی و رعایا سب قانون کی نظر میں یکساں ہیں۔ نہ صرف ہر شہری بلکہ منتظم اعلیٰ بھی اسلامی ریاست میں قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے:

انما ھلک من کان قبلکم انھم کانوا یقیمون الحد علی الوضیع و یترکون الشریف۔ والذی نفسی بیدہ لو فاطمۃ بنت محمد فعلت ذالک اقطعت یدھا۔

یعنی تم سے پہلے اُمتیں جو گزری ہیں وہ اس لئے برباد ہوئی تھیں کہ وہ لوگ کمتر درجہ کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات پاک کی قسم ہے کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا [1] اسلامی ریاست میں رنگ ونسل اور خون اور پیشہ کی بنیاد کو ختم کر دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

یعنی اور ہم نے تمہیں مختلف شاخوں اور قبائل میں اس لیئے منقسم کیا تاکہ تمہارا آپس میں تعارف ہو سکے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو اُس سے ڈرنے والا ہو [2]

---

[1] امام بخاری البخاری: کتاب الحدود جلد ۸ صفحہ ۲۸۶ (طبع مصر)

[2] سورۃ الحجرات، آیت: ۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔

بقول اسے۔کے۔بروہی: اہل مغرب کا یہ تصور غلط ہے کہ وہ انسانی تہذیب کے نقیب ہیں لے نسلی امتیاز اب تک برطانیہ میں اور دیگر یورپی ممالک نیز امریکہ میں انسانیت کے لئے ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔جنوبی افریقہ میں (APARTHEID) اور امریکہ میں (SEGREGATION) یعنی گوروں کی علیحدگی کے قوانین اور برطانیہ میں (Racial Discrimination Act) نسلی امتیاز کی بدترین مثالیں ہیں۔پہلی دفعہ ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء کو امریکہ کی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ یونیورسٹیوں میں گوروں اور کالوں کے درمیان امتیاز غیر قانونی ہے۔اس کے مقابلے میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع انسانی امتیاز کے خلاف ایک زبردست چیلنج ہے۔جس کا اعتراف Robert Briffault نے بھی کیا ہے ؎

خواتین کی حیثیت

شوہر اور بیوی انگلستان میں ایک دوسرے کے خلاف ٹارٹ کی بنیاد پر دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ میاں بیوی کو ایک اکائی (ONE PERSON) تصور کیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۵ کا قانون اس ضمن میں قابل ذکر ہے۔اب جا کر قانون میں ترمیم ہوئی ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف ٹارٹ کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔بلکہ جائیداد کا

---

1. Saleem Azam, Islam and Contemporary Society, Longman, (New York), 1982,p.252
2. Robert Briffault, The Making of Humanity, Islamic Book Foundation, Lahore, 1980, p. 185

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق عورت کو پہلی مرتبہ زیر دفعہ ا Married Women's Property Act (1882)[1] پہلی دفعہ برطانیہ میں ملا لہ سید امیر علی اسلام میں خواتین کی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں : ۲ لہ

> "The reforms of Prophet Muhammad marked a new departure in the history of Eastern Legislation".

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحات (جو انہوں نے خواتین کی حیثیت کو ممتاز کرنے کے سلسلے میں کیں) مشرق کی تاریخ قانون سازی سے ایک نئی اور الگ راہ تھی۔ آنحضرت محمد صلعم نے عورت کو بطور ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کو بے پناہ حقوق عطا فرمائے۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ خواتین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اسلام نے عورت کو صحیح مقام دے کر انسانیت کو ایک عظیم فساد سے بچا دیا۔ خاندان کا سربراہ اور حاکم مرد ہے لیکن عورت کے حقوق بھی متعین ہیں۔ الغرض اسلام نے ایسا نظام عطا فرمایا جس میں بقول محمد مظہر الدین صدیقی عفت اور حیاء ہے ۳ لہ

پروفیسر کلسن نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام نے ان کی حیثیت کو بلند کیا ہے ۴ لہ

اسلام نے عورت کو جائیداد کا حق دیا۔ خواتین کی عصمت کی حفاظت کی اور

---

1. David Baker, Tort, Sweet and Maxwell, London, Third Edition, p.333.
2. Syed Ameer Ali, Muhammadan Law, Tagore Law Lectures, Calcutta, Fifth Edition, p.472.
3. Muhammad Mazheruddin Siddiqui, Women in Islam, The Institute of Islamic Culture, Lahore, 1952, Preface(III).
4. Neol J.Coulson, A History of Islamic Law, (Survey 2) Edinburg University Press, Edinburg 1971, p.14-15

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے لیئے پردے کا حکم دیا نہ کہ یورپ کی طرح ایک ماڈل گرل کے طور پر پیش کیا اور فحاشی کے لئے ایک سامان تعیش بنایا۔ گھروں میں داخلے کے لئے بھی قرآن حکیم نے احکام دیئے ہیں لے

قرآن حکیم نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۴ میں یہ مستقل اصول بیان فرما دیا ہے کہ "الرّجالُ قوّامون علی النساءِ" (مرد عورتوں پر قوام ہیں)

جہاں قانونی طور پر مرد کو حاکم بنایا گیا ہے وہاں اخلاقی سطح پر اپنی بیویوں کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار تلقین فرمائی۔ الغرض اسلامی فقہ میں عورت کے تمام بنیادی حقوق محفوظ ہیں اور اس پر کوئی ظلم اور زیادتی روا نہیں رکھی جا سکتی عائلی قوانین میں اُسے پورا تحفظ حاصل ہے۔

ٹارٹ میں مدعی اور مدعا علیہ کون ہو سکتے ہیں

(۱) صدر مملکت: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رئیس مملکت قتل اور تلف رجنایات آجائیدادا) جیسے ٹارٹ کا مرتکب ہونے پر ذمہ دار ہے اور اس کے خلاف دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ امام مالک، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ہر جنایہ کے ارتکاب پر رئیس مملکت کے خلاف دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ امام ماوردی کا بھی یہی خیال ہے۔

(۲) سفیر: عبدالقادر عودہ شہید کا خیال ہے کہ سفیر اگر ٹارٹ کا ارتکاب کریں تو ان کے خلاف دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ اس رائے کا اظہار انہوں نے اپنی تصنیف التشریع الجنائی الاسلامی میں کیا ہے۔

(۳) دشمن: یا اجنبی (ALIENS) اگر اجنبی دوست ہوں تو ان کے خلاف دعویٰ

لے ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عورت کا مقام مرکزی انجمن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو بھی سکتا ہے اور وہ دعویٰ کر بھی سکتے ہیں۔ لیکن دشمن (ALIENS) دعویٰ نہیں کر سکتے ہیں ۱؎

(۴) **فوج :** اگر کوئی فوجی ٹارٹ کا مرتکب ہو۔ تو دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حقوق العباد معاف نہیں ہوتے ہیں۔

(۵) **غیر مسلم یا ذمّی :** اگر کوئی ذمی ٹارٹ کا ارتقاب کرے تو اس کے خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے حقوق پامال ہوں تو ذمی بھی ٹارٹ کے تحت دعویٰ کر سکتا ہے۔

(۶) نوکر شاہی کسی صورت میں ٹارٹ سے مستثنیٰ نہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث مبارک ہے:

"الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الاعظم الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ"

(۷) **کارپوریشن :** کارپوریشن ایک (ARTIFICIAL PERSON) تصور ہوتی ہے۔ دعویٰ کر بھی سکتی ہے اور اس کے خلاف دعویٰ بھی ہو سکتا ہے۔

(۸) **شراکت دار :** دوران شراکت اگر کوئی شراکتِ دار دوسرے ساتھی کے خلاف ٹارٹ کا ارتقاب کرتا ہے تو اس کے خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔

(۹) **عدالتیں :** بدنیتی پر مبنی ہر فیصلہ قابل گرفت ہے اور ٹارٹ کے تحت عدالتوں کے خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔

(۱۰) **متوفی :** فتاویٰ بزازیہ میں درج ہے کہ اگر متوفی نے خون بہا دینا ہے تو اس کے وارثین ادا کریں ۲؎ اس سے ثابت ہوا کہ متوفی کے وارث ٹارٹ کے تحت

۱؎ Shaybani, Islamic Law of Nations 'Siyar' translated by Majid Khadduri, John Hopkins Press, Baltimore, Marryland, 1966, p.170-72

۲؎ البزازی: فتاویٰ بزازیہ جلد ششم قاہرہ ایڈیشن (۱۹۰۸) صفحہ ۳۹۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عدی کر بھی سکتے ہیں، اور ان کے خلاف دعویٰ ہو بھی سکتا ہے
(۱۱) الجنین: اسقاط حمل اگر بلا قانونی جواز ہو تو مدعی یا مدعیہ غرۃ (قتل کا ۱/۲۰ حصہ خون بہا) وصول کر سکتی ہے۔
(۱۲) شادی شدہ مرد اور عورت: یہ بھی قانون ٹارٹ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔
(۱۳) نابالغ بچے: نابالغ بچے گارڈین یا ولی کی معرفت دعویٰ ٹارٹ کا کر سکتے ہیں۔
(۱۴) باپ اور اس کی اولاد: اولاد باپ کے خلاف ٹارٹ کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ والد کے خلاف اولاد کے قتل کا قصاص بھی نہیں۔
(۱۵) سوئے ہوئے اشخاص، پاگل اور نشے کے عادی لوگ: ان کے خلاف ولی کی معرفت دعویٰ ٹارٹ ہو سکتا ہے۔
(۱۶) نوکر وغیرہ: یہ بھی دعویٰ کر سکتے ہیں۔
(۱۷) قیدی: قیدی بھی دعویٰ کر سکتا ہے۔ اسے بھی قانون ٹارٹ کا تحفظ ہے: سورۃ دہر میں ان سے نیک سلوک، کا حکم دیا گیا ہے۔ ان سے ظلم روا نہیں [1]

معقول عذر خواہی:

فعل مضرت رساں کے خلاف مندرجہ ذیل تحفظات (DEFENCE) حاصل ہوتے ہیں:
(۱) فطری عمل (Act of God): فطرتی عوامل سے پیدا شدہ صورت حال کے لیئے کوئی کاروائی نہیں ہو سکتی ہے۔
(۲) مدعی بحیثیت مرتکب فعل: اگر مدعی نے خود ٹارٹ کا ارتکاب کیا ہے تو وہ دعویٰ دائر نہیں کر سکتا ہے:
(۳) نظریۂ ضرورت (Necessity): بوقت ضرورت معاشرتی بھلائی اور مفاد کے

---

[1] مولانا مودودی: تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۱۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے کسی فرد کو قربانی کا جذبہ مدنظر رکھتے ہوئے اپنے انفرادی مفاد سے ہٹنا پڑتا ہے۔

(۴) **ذاتی دفاع:** ہر شخص کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی ذات، جائیداد، عزت اور اشیاء کا دفاع کرے۔

(۵) **ناگزیر حادثہ:** کوئی ناگزیر حادثہ جو عام تحفظ، ہوشیاری یا مہارت سے روکا نہ جاسکے، تحفظ دلاتا ہے۔ یہ وہ حادثہ ہے جس سے کسی صورت محفوظ نہ رہا جاسکے

(۶) **معمولی نقصان کے حامل افعال:** انہیں قانونی اصطلاحات میں (DE Minimus non Curat Lex) کہتے ہیں اور یہ بھی ٹارٹ کے ضمن میں نہیں آتے ہیں جیسے کسی کے باغ سے کوئی پھول توڑ لینا۔ یہ سرقہ نہیں یہ غصب ہے۔

(۷) **ریاستی افعال:** حکومت کے افعال جو مفاد عامہ کے لیئے ہوں، ٹارٹ نہیں ہوتے۔ بشرطیکہ معاوضہ ادا کیا جائے۔ جیسے کسی کی زمین سکول یا ہسپتال کے لئے حاصل کرنا۔

(۸) **نیم عدالتی افعال:** ایسے افراد یا جماعت جو نیم عدالتی فرائض سرانجام دے رہی ہو انہیں عمومی طور پر سول ذمہ داری سے تحفظ ملتا ہے۔ اسی طرح عدالتی افعال کا حال ہے۔

(۹) **بہ رضا و اجازت:** مغربی قوانین میں انہیں (Volenti non fit injuria) کہا جاتا ہے۔ ایسا نقصان یا مضرت جو رضا کارانہ طور پر حاصل ہو، قانونی طور پر کارروائی کے تحت نہیں آتی ہے۔

(۱۰) **پدرانہ اور نیم پدرانہ اختیارات:** والدین یا اساتذہ بصورت اصلاح جسمانی سزا بچوں کو دے سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف ٹارٹ کے قانون کے تحت دعویٰ نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱۱) **حکام بر وقت ضرورت:** کسی جہاز کے کپتان کو گہرے سمندر یا غیر ملکی بندرگاہ پر نہ صرف جہاز کے عملہ بلکہ مسافروں سے متعلق نظم و نسق کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ یہ نظریہ ضرورت کے تحت کپتان کو اختیار دیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چارہ کار: (Remedies)

مدعی کو ٹارٹ میں مندرجہ ذیل چارہ کار میسر ہیں جو فقہہ کی کتب میں درج ہیں:

(۱) **حکم امتناعی:** حکم امتناعی ایک عدالتی کاروائی ہے جس کی رُو سے ایک فریق کو ایک خاص کام کرنے کے لیئے یا اُس کام سے باز و منع رہنے کے لیئے کہا جاتا ہے۔ یہ حکم امتناعی دادرسی کی نوعیت کا ہوتا ہے جو ایک فریق مقدمہ کو عطا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ فریق اس بات کا خدشہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو آئندہ ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔

(۲) **قصاص و دیت:** قتل کے مقدمات میں قصاص بھی ہے اور دیت بھی۔ اسی طرح زخموں میں بھی دیت ہے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۹ میں ارشاد ہے: ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب"

(۳) **غرّہ:** اسقاط جنین کی صورت میں معاوضہ غرّہ کہلاتا ہے۔ غرّہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے امام مالک اور امام شافعیؒ نے غرہ کی قیمت کا اندازہ چھ سو درہم لگایا ہے[۱]

(۴) **ردّ** (Restitution) اور اعطاء مثلہ۔ جنایات بر جائیداد میں اگر کوئی منقولہ چیز ہے تو وہ واپس لوٹادی جائے اگر گم ہوگئی ہے تو اس طرح کی شئے لوٹائی جائے۔

(۵) **زمین کی واپسی یا زمین پر مکرر قبضہ:** یہ بھی جنایات بر جائیداد میں اہم چارہ کار ہے۔

(۶) **امر باعث تکلیف کو دفع کرنا:** (Abatement) مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل ۱۲۰۰ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کو ضرر پہنچائے تو امر باعث تکلیف کو مدعی دفع کرسکتا ہے۔

(۷) **حق آسائش یا خاص ملکیت:** (Easement) جنایات بر جائیداد میں حق

---

[۱] مرغینانی: الہدایہ جلد چہارم صفحہ ۸۵۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسائش ملتا ہے مثلاً روشنی کا حق وغیرہ وغیرہ۔

(۸) نقصان کی تلافی: نقصان کی تلافی رقم یا معاوضہ ((DAMAGES) میں بھی ہو سکتی ہے۔

(۹) حفاظت خود اختیاری: حفاظت خود اختیاری ایک انسان کا بنیادی حق ہے[1] حدیث پاک میں آیا ہے: "من قتل دون مالہ فھو شھید" کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ اپنی جان اور مال کی حفاظت میں جارح کو بقول امام شافعیؒ قتل بھی کیا جا سکتا ہے اگر موت کا خطرہ ہو[2]

(۱۰) واصلات جائیداد (Mesne Profits) ایک ناجائز دخلکار اس بات کے لیے ذمہ دار اور جواب دہ ہے کہ وہ اُس منافع اور مفاد کا بھی حساب دے جو اس نے حاصل کئے ہیں۔

(۱۱) غصب اور اتلاف کے مقدمات میں چارہ کار: ان مقدمات میں مدعی کو دیت معاوضہ دیا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ امام سرخسی اور امام شافعی سب اس پر متفق ہیں۔[3]

دعویٰ دائر کرنے کی معیاد

انوار احمد قادری رقمطراز ہیں:

"To the older jurists, a person's right were not barred by the lapse of time

1. Ahmad Fathi Bahnassi, Criminal Responsibility in Islamic Law, cited in 'The Islamic Criminal Justice System by p. 184-5

۲۔ امام شافعی، کتاب الام، جلد ششم، مصر ایڈیشن۔

۳۔ سرخسی، المبسوط، جلد پنجم مصر صفحہ ۸۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

> and thus the Qadi was obliged to hear the claim under the law. The intimation of time was recognised by the process of Fiqh and the claims could not be heard after the different fixed periods of limitation".[1]

قدیم فقہاء کے ہاں کسی شخص کے حقوق زائدالمیعاد ہونے کی بنا پر ختم نہیں ہوتے تھے لہٰذا قاضی کا یہ فرض تھا کہ قانون کے تحت وہ ان دعوؤں کی سماعت کرے۔ فقہ میں آخر کار قانون زائدالمیعاد کو تسلیم کیا گیا اور ان دعوؤں کی سماعت وقت کے گزرنے کی بنا پر ختم ہو گئی اور مختلف دعوؤں کے دائر کرنے کے لئے میعاد مقرر کی گئی۔

ترکی میں پُرانا نظریہ ختم ہوا اور ایسے قوانین وضع ہوئے جس کے ذریعے زائدالمیعاد دعوؤں کو نہیں سُنا جاتا ہے۔ دراصل لوگوں کی مصلحت اور عدالتوں کی سہولت کے لئے ایسے قوانین وضع کئے گئے۔ تاکہ زائدالمیعاد دعوؤں سے عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار نہ ہو جائے۔[2]

چند صورتیں ملاحظہ ہوں۔ جہاں زائدالمیعاد ہونے کا قانون نافذ ہے:

(i) قتل کے مقدمات: قتل عمد کی صورت میں عاقلہ خون بہا تین سال کے اندر ادا کرے۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ مناسب مقدمات میں یہ رقم قسطوں میں بھی لی جا سکتی ہے اور مدت بھی عدالت بڑھا سکتی ہے[3]

(ii) اسقاط جنین کے مقدمات میں بھی دیت تین سال کے اندر اندر ادا کرنا ہوتی ہے اگر عدالت چاہے تو اقساط بھی مقرر کر سکتی ہے[4]

(iii) زخموں اور حملوں کے مقدمات: ان میں بھی میعاد تین سال ہے۔ کلسن لکھتے ہیں کہ

---

1. Anwar Ahmad Qadri, Islamic Jurisprudence in the Modern World, p.499 ۱ـہ
2. Sir Abdul Rahim, Muhammadan Jurisprudence, p. 499. ۲ـہ

۳ـہ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، اسلامی قوانین (حدود، قصاص، دیت، تعزیرات) قانونی کتب خانہ، لاہور (۱۹۸۰) صفحہ ۱۹۸۔

4. H.A.R.Gibb and J.H.Kramers, Shorter Encyclopaedia of Islam, Article 'Akila'.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاویہ نے مصر میں ۶۵۷ء میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ اس قسم کے مقامات میں حکام تین سال کے اندر اندر دیت وصول کریں۔ اقساط بھی مقرر کی جا سکتی ہیں [۱] امام شافعیؒ اور امام نووی بھی اس حق میں ہیں کہ دیت تین سال کے اندر ادا کی جائے [۲]

تفصیل کے لیئے مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکلز ۱۶۶۰ سے لے کر ۱۶۷۵ تک ملاحظہ ہوں۔ مختلف قسم کی میعاد مقدمات کی وہاں درج ہے۔

پاکستان میں اسلامی قانون ٹارٹ کے نفاذ کی چند تجاویز

پاکستان میں بے چینی اس وقت ختم ہو گی جب معاشی ترقی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حقوق کا حکومت مکمل تحفظ کرے۔ مظالم عدالتوں (TORT COURTS) کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پاکستان میں دیوانی عدالتیں، فوجداری عدالتیں اور دیگر ٹریبونل بلاشبہ اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن انصاف کا حصول بہت مشکل ہے۔ دیوانی مقدمات درحقیقت بیچارے مدعی کو مالی اور نفسیاتی تکالیف کی وجہ سے دیوانہ ہی کر دیتے ہیں۔ کئی سال بیت جاتے ہیں لیکن اُس کے باوجود پیچیدہ قانون کی وجہ سے مقدمات لٹکے رہتے ہیں۔ اسلامی قانون ٹارٹ کے نفاذ کے لیئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

(۱) فقہہ اسلامی کی تدوین جدید بہت ضروری ہے۔ جہاں تک قانون ٹارٹ کا تعلق ہے۔ اس میں مذاہب اربعہ کے علاوہ فقہہ جعفریہ کا بھی مسلک قانون ٹارٹ کے بارے میں موجود ہے۔ مجھے بنیادی طور پر ان مذاہب میں کم فرق نظر آیا ہے۔

(۲) اوّل تو فنانس کا محکمہ عدلیہ کے تعاون سے سول ججوں کی علیحدہ پوسٹیں مقرر کیے

---

[۱] 1. N.J.Coulson, A History of Islamic Law, Survey (2), p.29.

[۲] امام نووی: منہاج الطالبین: انگریزی ترجمہ از (E.C. Howard) ص ۴۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاکہ ہر ضلع میں مظالم عدالت ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو سول ججوں کو اس کے اختیارات دیئے جائیں اور طریقہ کار بہت زیادہ آسان رکھا جائے تاکہ کم از کم وقت میں لوگوں کی حق رسی ہو۔

(۳) یا محتسب کا دفتر بہت زیادہ مضبوط بنایا جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ قریباً ۸۰٪ درخواستیں وفاقی محتسب کے دائرہ کار سے باہر ہوتی ہیں۔ اس اہم ترین ادارہ کو یا تو با اختیار بنایا جائے یا ختم کر دیا جائے۔ یا پھر صوبائی سطح اور ضلعی طور پر اسے مستحکم کیا جائے تاکہ یہ ٹارٹ کے مقدمات سنیں۔

(۴) استیذان (PRIVACY) کا قانون کتنا موثر قانون ہے۔ لوگ ٹیلی فون سے دوسروں کی نیندیں حرام کرتے ہیں، دل آزاری کرتے ہیں، اخبارات میں لوگوں کی ناحق طور پر پگڑی اچھالی جاتی ہے اگر کسی کی بیٹی سے زنا بالجبر ہو یا کوئی مصیبت آن پڑے، پورے ملک میں اُسے اچھالا جاتا ہے۔ ایسی خبروں پر پابندی صرف قانون ٹارٹ ہی لگا سکتا ہے۔ قذف کا قانون رائج ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کا قانون ہتک عزت لاگو کیا جائے اسی طرح ہسپتالوں میں ڈاکٹر صاحبان بعض دفع مریضوں کی جان خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ ان کی غفلت سے ہزاروں جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں صرف قانون ٹارٹ ہی تحفظ دے سکتا ہے۔ مخدوش عمارات سے جانیں ضائع ہو جاتی ہیں، ٹریفک کے حادثات روکنے میں انگریزی قانون انتہائی غیر موثر اور ناقص ہے۔ قصاص اور دیت کا قانون اور غفلت کا اسلامی قانون نافذ کرنے سے حالات سُدھر سکتے ہیں۔ خواتین کی عزت محفوظ نہیں، اسلامی قوانین ہی صحیح معنوں میں ان کے محافظ بن سکتے ہیں۔

(۵) قانون قصاص اور دیت ابھی تک لاگو نہیں ہوا۔ یہ قانون ٹارٹ کا اہم ترین حصہ ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا وضع کردہ

(Offences Against Human Body (Enforcement of Qisas and Diyat Draft Ordinance, 1984)

کیوں نہیں نافذ ہو رہا۔ پولیس دندناتی پھر رہی ہے تھانے ٹھیکوں پر لگے ہوئے ہیں۔ اور S.H.O.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابھی تک اپنی نام نہاد سلطنت کا بادشاہ جسے (Tin Pot Hitler) کہنا زیادہ ضروری ہے لوگوں کو جس بے دردی سے لوٹ کھسوٹ رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ قوم کہیں عذاب میں گرفتار نہ ہو جائے۔ پٹواری اور تحصیلدار نیز دیگر محکمے پولیس سے بھی بڑھ کر ہیں رشوت کا کینسر اہل کار اور نوکر شاہی کے جسم میں پھیل چکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ افسر شاہی کی گردن اور زیادہ توڑی جائے۔ اور انہیں عوام کے سامنے اور زیادہ جوابدہ بنایا جائے۔

۶- اسلام کے تجارتی قوانین بہت واضح ہیں۔ انسان کے دشمن تاجروں پر قانون ٹارٹ کے تحت مقدمات چلائے جائیں اور رملاوٹ والی اور ناقص اشیاء کے پکڑے جانے پر یا گاہک کے استعمال پر ان پر بھاری تاوان ڈالا جائے جیسے برطانیہ میں قانون رائج ہے۔

الغرض تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہنمائے کاروان انسانیت ہیں۔ انسانی حقوق کے نقیب اوّل ہیں۔ بیکسوں کے سہارے، بے قراروں کے قرار اور کمزوروں کا زور ہیں۔ قرآن حکیم کا دیا ہوا قانون ٹارٹ جس کی تشریح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی ہر لحاظ سے ایک مکمل ضابطہ ہے۔ یہ قانون انتہائی جامع، مستند اور قابل نفاذ ہے۔ پاکستان میں وکلاء اور ماہرین قوانین کا ایک طبقہ موجود ہے جو انگریزی قانون کا مداح ہے۔ دراصل ان کی رسائی عربی سے ناواقفیت کی بناء پر فقہی کتب تک نہیں ہے اور نہ ہی اس ضمن میں اجتہاد کیا گیا۔ وقت کی ضرورت ہے کہ فقہ اسلامی کو جدید دور میں جدید انداز میں پیش کیا جائے۔ یہ سعی مسلسل اور محنت شاقہ سے ہی ممکن ہے۔ تاکہ ہمارے ماہرین قوانین اور عدالتیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ سعودی عرب میں اسلامی قانون بڑے احسن انداز سے رائج ہے۔ پاکستان میں اس کا نفاذ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی قانون محنت و اجرت

تالیف

مولانا مجیب اللہ ندوی

آجر اور اجیر ۔ محنت اور سرمایہ ۔ حکومت اور کارخانہ دار کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات اور مسائل کا اسلامی حل اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام اور اسلامی معاشی اور معاشرتی نظام کا ایک پُر مغز تقابلی جائزہ ۔ مزدوروں، سرمایہ کاروں اور حکومت کے لیے یکساں مفید کتاب ۔

آفسٹ پیپر صفحات ۲۲۸ مضبوط جلد قیمت ۴۵/۰۰

★

پتہ

مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی ریاست میں عدل نافذ کرنیوالے ادارے

تالیف مولانا سید عبدالرحمٰن بخاری

اسلامی نظام عدل کے نفاذ
میں اہم ترین عنصر "عدل نافذ کرنے والے ادارے"
ہیں جب تک یہ ادارے پوری طرح اسلامی تربیت سے
آراستہ نہ ہوں اسلامی نظام عدل کا نفاذ ایک ایسا خواب ہے جو شاید
کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ مولانا سید عبدالرحمٰن بخاری کا شمار ملک
کے نامور اصحاب قلم میں ہوتا ہے۔ مولانا موصوف نے اس کتابچے میں اس
سلسلے میں نہایت مفید تجاویز پیش کی ہیں امید ہے کہ قارئین اور سرکاری ادارے
ان سے کماحقہٗ استفادہ کریں گے۔
دنیا کا کوئی مذہب یا نظام اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ فاضل مؤلف
نے قرآن و حدیث اور مستند تاریخی حوالوں سے اس کتابچے میں اسی
حقیقت کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ساتھ ہی موجودہ
حکومت غیر مسلم اقلیتوں کو جو مراعات دے رہی ہے ان کا بھی اجمالاً
تذکرہ ہے۔

- کاغذ، کتابت و طباعت اعلیٰ۔
- قیمت صرف چھ روپے۔

ناشر: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

© rasailojaraid.com